جولائی / اگست / ستمبر

اشاعت کا سولھواں سال

سلسلہ امدادیہ اشرفیہ کا ترجمان

فیضانِ حکیم الامت

تھانہ بھون

ارشاد

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

ہر شخص کو چاہیے کہ اپنے تمام کاموں کو انتظام کے ساتھ کرے،
اس سے اپنے کو بھی راحت اور دوسروں کو بھی۔

(ص: 102)

مدیر بدر الحسن شعیب تھانوی

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ
KHANQAH IMDADIA ASHRAFIA

Scanned with CamScanner

سلسلۂ امدادیہ اشرفیہ کا ترجمان

فیضانِ حکیم الامت تھانہ بھون

جلد
16
3

محرم الحرام، صفرالمظفر، ربیع الاوّل، ۱۴۴۶ھ

جولائی، اگست، ستمبر، ۲۰۲۴ء

- سید الطائفہ حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ۔
- حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ۔
- امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ۔
- حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ۔

نوراللہ مرقدہم

اوران سے وابستہ مشائخ عظام اور اکابر علماء کے اصلاح وتربیت، فکرآخرت، اتباع سنت، حق تعالیٰ کی معرفت اور عظمت ومحبت پر مشتمل مضامین کا بہترین مرقع۔ جو ہر تیسرے ماہ شائع ہوتا ہے۔

مدیر: سید بدرالحسن شعیب تھانوی

زرتعاون: فی شمارہ /۳۰روپئے، سالانہ ۱۲۰/روپئے

ادارہ تالیفات، اشرفیہ، تھانہ بھون، ضلع شاملی

IDARA TALIFAT-E-ASHRAFIA

THANA BHAWAN,DISTT,SHAMLI PIN-247777 U.P(INDIA)

Mobile:9927016478,9927031090

Email:shuaibthanvi@gmail.com

Scanned with CamScanner

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینہ ترتیب

حرف آغاز	سید نجم الحسن تھانوی	۳
درسِ قرآن	مفتی رشید احمد لدھیانوی قدس سرہ ادارہ	۸
درس حدیث	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب	۱۰
درس مثنوی	حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ	۱۱
حضرت حکیم الامتؒ اپنے دور کے مجدد تھے	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی	۱۳
چودھویں صدی کا عظیم مصلح	حکیم محمود ظفر سیالکوٹ	۱۷
اخلاق رذیلہ سے بچنے کی تاکید	شیخ الاسلام علامہ ظفر احمد تھانوی عثمانی رحمہ اللہ	۲۱
افادات: مصلح الامتؒ	مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ	۲۲
مسیح الامت کی باتیں	مفتی رشید احمد میواتی رحمہ اللہ	۲۴
افادات حکیم الاسلام	مولانا رضوان قاسمی	۲۷
افادات عارفیؒ فضائل اعمال کا اہتمام	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی	۳۰
تعلق الٰہی	فقیہ الملت حضرت مفتی عبدالرحمٰن صاحبؒ ڈھاکہ	۳۱
معاملات کی خرابی کا عبادت پر اثر	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی	۳۴
اصلاح نفس ضروری چیز ہے	مفتی اکرام اللہ صاحب شاہجہان پوری	۳۶
تصوف وسلوک کی حقیقت	شیخ طریقت حضرت مولانا شاہ محمد قمر الزمان صاحب	۴۰
ازدواجی زندگی اور شریک حیات کا معیار	ماخوذ از محاسن اسلام	۴۴
کسی کے برا کہنے پر کبھی رنج نہ کیجئے	ماخوذ	۴۸
حضرت حکیم الامتؒ کے متعلق تأثرات	حضرت مولانا سید ظہور الحسن صاحب کسولویؒ	۴۷

Scanned with CamScanner

حرف آغاز

ادائے حقوق کی فکر کیجئے

سید نجم الحسن تھانوی

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم امابعد:

ایمان لانے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عملی زندگی کے بارے میں جو تعلیم اور ہدایت فرماتے تھے، انکو بنیادی طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

ایک حصہ وہ جس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے حقوق سے ہے جسمیں بتایا گیا ہے کہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کا کیا حق ہے اور اس باب میں ان پر فرائض کیا ہیں اور ان کو کس طریقہ پر انجام دینا ہے۔

دوسرا حصہ حقوق العباد سے متعلق ہے جس میں بتلایا گیا ہے کہ بندوں پر دوسرے بندوں کے اور عام مخلوقات کے کیا حقوق ہیں اور اس باب میں اللہ کے کیا احکام ہیں۔ پھر حقوق العباد سے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کے دو حصے ہیں۔ ایک حصہ وہ جس کا تعلق معاشی و مالی معاملات سے ہے یعنی خرید وفروخت، لین دین میں جائز نا جائز کی تمیز، حلال وحرام کی فکر، دوسرا حصہ وہ جس کا تعلق معاشرتی آداب و احکام سے ہے یعنی آپسی برتاؤ میل جول رہن سہن کا سلیقہ اور آداب، جن کی پابندی سے انسان مہذب اور شائستہ لوگوں میں شمار ہوتا ہے۔

جہاں تک حقوق اللہ کا معاملہ ہے، اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ وہ چاہے تو سزا دے یا توبہ قبول کر کے بالکل معاف کر دے لیکن حقوق العباد کا معاملہ اللہ تعالیٰ نے بندوں ہی سے متعلق رکھا ہے اس لحاظ سے یہ مسئلہ زیادہ سنگین اور اہمیت کا حامل ہے کیونکہ یہ معاملہ گناہوں کی اس فہرست میں شامل ہے جس کو اللہ تعالیٰ بغیر انصاف کے نہیں چھوڑیگا۔ وہ بندوں کے مظالم زیادتیاں اور حق تلفیاں ہے۔ ان کا بدلہ ضرور دلایا جائیگا، لہذا اس سے نجات کی یہی صورت ہے کہ یا

Scanned with CamScanner

اس دنیا میں اہل حقوق کا حق ادا کیا جائے یا ان سے معافی حاصل کر لی جائے۔ اگر ان دونوں میں سے کوئی بات بھی یہاں نہ ہوسکی تو آخرت میں لازماً اس کا معاوضہ ادا کرنا ہوگا یا اس کے حساب میں آخرت کا سخت عذاب بھگتنا ہوگا۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں، صاحبو! یہ ظلم کا معاملہ ایسا سخت ہے کہ جب تک بندہ اپنا حق معاف نہ کردے اس وقت تک خدا بھی معاف نہ کریگا۔ خدا تعالیٰ اپنے حقوق تو معاف کر دیتے ہیں مگر بندوں کے حقوق جب تک وہ معاف نہ کرے معاف نہیں کرتے یہ بہت سخت بات ہے۔۱۲

حق العباد کو حق اللہ پر مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ بندہ محتاج ہے۔ اور حق تعالیٰ احتیاج سے بری ہیں۔

دین دراصل نام ہے ادائے حقوق کا شریعت نے نہایت درجہ اس کا اہتمام کیا ہے لہذا ہر فرد کو ان کی تفصیل معلوم کر کے ادائیگی کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے بلکہ دل میں اصل فکر یہ ہونی چاہیے کہ مجھ سے فرض کی ادائیگی میں کوئی کوتا ہی تو نہیں ہو رہی ہے، بہر حال ہر حق واجب کو اپنے مقام پر ادا کرنا ضروری ہے۔

حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں واضح ہو کہ نقلاً وعقلاً یہ امر ثابت ہے کہ ہم لوگوں سے کچھ حقوق کا مطالبہ کیا گیا ہے جس میں بعض حقوق اللہ تعالیٰ کے ہیں اور بعض بندوں کے اور بندوں کے حقوق میں بعض دینی ہیں اور بعض دنیوی پھر دنیوی میں بعضے حقوق اقارب کے ہیں بعض اجانب کے اور بعض حقوق خاص لوگوں کے ہیں بعض عام مسلمانوں کے بعض اپنے بڑوں کے ہیں بعض مساوی درجہ والوں کے وعلی ہذا القیاس اور بوجہ لاعلمی کے اکثر لوگوں کو اطلاع بھی نہیں اور بعض کو بوجہ بدعملی انکے ادا کرنے کا اہتمام نہیں۔۱۲

اپنے حالات کا جائزہ لیں تو نظر آئیگا کہ ہم نے شعوری یا غیر شعوری طور پر حقوق العباد کے احکام کو بالکل نظر انداز کر رکھا ہے۔ نہ ہی ہمکو اصلاح اعمال واخلاق کی طرف کوئی توجہ ہے۔ بظاہر دیندار قسم کے لوگ جو عبادتوں میں ماشاء اللہ خوب اہتمام کرتے ہیں بعض اوقات دین

Scanned with CamScanner

کے اس اہم شعبے سے غافل رہتے ہیں،غفلت ہی کا نتیجہ ہے اپنی مجلسوں میں غیبت وشکایت کے ذریعہ لوگوں کی آبرو پامال کرتے ہیں اور غضب یہ ہے کہ اسکو گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ مقصود کو چھوڑ کر غیر ضروری کام اختیار کرتے ہیں وہ ہمیشہ مقصود سے محروم رہتے ہیں حقوق العباد کا اداء کرنا اورادو وظائف سے زیادہ ضروری ہے اسکے ترک سے مواخذہ ہوگا اور ترک وظائف سے کوئی مواخذہ نہیں یہ تو مستحب ہے،اور فرمایا کہ لوگ اہل وعیال کے حقوق کی پروا نہیں کرتے کہ جن پر حکومت کرتے ہیں ان محکوموں کا بھی کوئی حق ہمارے ذمہ ہے یا نہیں معاشرت کو تو دین کی فہرست سے نکال ہی رکھا ہے اس باب میں بڑی کوتاہی ہورہی ہے اور اس سب گڑبڑ کا سبب دین سے غفلت ہے۔

معاشرت دین کے شعبوں میں سے اہم شعبہ ہے اس کے متعلق قرآن وحدیث میں ضوابط واصول اوران پرکاربند ہونے کی تاکید اور عمل نہ کرنے پر وعید وارد ہے۔

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ دونوں باب معاملات ومعاشرت اس لحاظ سے شریعت کے نہایت اہم ابواب ہیں، کہ ان میں ہدایات ربانی اور خواہشات نفسانی اور احکام شریعت اور دنیوی مصلحت ومنفعت کی کشمکش عبادات وغیرہ دوسرے تمام ابواب سے زیادہ ہوتی ہے، اس لئے اللہ کی بندگی فرمانبرداری اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی شریعت کی تابعداری کا جیسا امتحان ان میدانوں میں ہوتا ہے دوسرے کسی میدان میں نہیں ہوتا۔(معارف الحدیث جلد ششم ص ۱۸)

حسن معاشرت کا حاصل یہ ہے کہ کسی کو کسی سے ایذا یا کلفت نہ پہنچے چھوٹی چھوٹی باتوں میں اس کا لحاظ رکھا جائے کہ ہمارے اس فعل سے ادنی درجہ میں بھی دوسروں کو اذیت تو نہ پہنچے گی تکدر وانقباض تو نہ ہوگا،کسی کی اہانت تو نہ ہوگی۔

کسی اہل تعلق کی حق تلفی لازمی طور پر اس کی اذیت کا باعث بنتی ہے جن چیزوں پر آخرت

میں گرفت ہوگی ان سے بچنے کی فکر ہونی چاہئے۔

اگر معاشرہ کا ہر فرد آداب زندگی کو ملحوظ رکھے تو دوسرے لوگوں کو زیادہ آرام پہنچا سکتا ہے اور ان کی تکلیف کا باعث نہیں بنتا۔ احادیث کے مطالعہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ تمام اخلاق کا خلاصہ یہی ہے کہ کسی کو دوسرے سے تکلیف نہ پہنچے۔

حضرت تھانویؒ کے یہاں ایسے جزئیات کا بڑا اہتمام تھا آپ فرماتے ہیں کہ اس کی آسان صورت یہ ہے کہ جو برتاؤ کسی کے ساتھ کرو تو سوچلو کہ اگر ہمارے ساتھ یہ برتاؤ کیا جائے تو اس کا کیا اثر ہوگا؟ اس معیار کو پیش نظر کرلیں تو ہماری بہت اصلاح ہوجائیگی۔

دیکھئے جیسے نماز روزہ ضروری ہے ایسے ہی معاشرت کا درست رکھنا بھی ضروری ہے، لہذا ہمکو حقوق العباد کی بھی رعایت کرنی چاہیے۔ جب اس پر عمل ہوگا تو اس وقت دنیا کی راحت بھی نصیب ہوگی اور ایمان کا کمال بھی حاصل ہوگا۔۱۲

حسن معاشرت کے متعلق

حضرت حکیم الامۃؒ فرماتے کہ اسکا معاملات سے بھی زیادہ خیال رکھنا لازمی ہے، اس وجہ سے کہ معاملات کا اثر اکثر مال پر ہوتا ہے اور معاشرت کا اثر قلب پر ہوتا ہے جو زیادہ گراں اور موجب صدمہ ہوتا ہے ظاہر ہے کہ مال سے دل کا رتبہ بڑا ہے۔۱۲

حسن معاشرت سے مسلمانوں کے قلب کی حفاظت ہوتی ہے۔اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشرت کا بہت اہتمام فرمایا ہے حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ معاشرت کی اصلاح میں علاوہ قلوب کے لوگوں کی آبرو کی بھی حفاظت ہے۔

حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خون یعنی جان و مال اور آبرو باہم ایک دوسرے پر قیامت تک ویسے ہی حرام ہیں۔جیسے آج کے محترم دن میں محترم مہینے میں، اور محترم بلد میں حرام ہیں

پس مسلمانوں کے مال کی حفاظت جان کی حفاظت اور آبرو کی حفاظت یہ سب حقوق

العباد میں داخل ہیں۔

صرف مالی حقوق کا نام حقوق العباد نہیں، اسی طرح ہر مسلمان کا دوسرے مسلمان پر یہ بھی حق ہے کہ اس کے دین کا ضرر نہ کرے یعنی اپنی وجہ سے ہے کسی کا دین ضائع نہ کرے یہ سب سے مقدم ہے، اسکے بعد آبرو کا درجہ ہے پھر جان کا پھر مال کا۔

حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفیؒ فرماتے ہیں تجربہ شاہد ہے کہ حسن معاشرت اور معاملات کی درستگی عافیت اورراحت کی روح رواں ہیں ان امور کی طرف توجہ نہ ہونے سے ہماری زندگی و بال جان بن کر رہ گئی ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے عافیت ہم سے سلب کر لی گئی ہے۔۱۲

معاشرے کو تباہ کرنے والی چیز تکبر اور تکلف ہے حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں، اسلام میں معاشرت کی تعلیم اسطرح دی گئی ہے جس سے انسان کے اندر تواضع پیدا ہو اور تجربہ کر لیا جائے کہ بدون تواضع کے ہمدردی و اتفاق پیدا نہیں ہوسکتا اور یہی معاشرت کی جڑ ہے۔

فرمایا کہ میرے نزدیک باہمی اتفاق میں جو کمی ہے اسکا بڑا سبب یہ سوئے معاشرت بھی ہے جب میں نے دیکھا کہ غفلت حد سے بڑھ گئی ہے اور اچھے اچھے پڑھے لکھے لوگوں کو بھی ان امور کا خیال نہیں تو اسکے متعلق بھی ایک رسالہ لکھنا پڑا، آداب المعاشرت اس کا نام ہے۔

خلاصہ یہ کہ حقوق اللہ اگر عبادات سے متعلق ہیں تو ان کو ادا کیا جائے، اور اگر معاصی سے متعلق ہیں تو ان سے سچی توبہ کرے ان شاء اللہ معاف ہوجائیں گے، اور اگر وہ حقوق العباد سے متعلق ہیں، جو ادا کرنیکے قابل ہوں ادا کرے یا معاف کرالے مثلاً قرض یا خیانت وغیرہ جو صرف معاف کرانے کے قابل ہوں ان کو فقط معاف کرالے۔ مثلاً غیبت وغیرہ اور اگر کسی وجہ سے اہل حقوق سے نہ معاف کراسکتا ہے نہ ادا کرسکتا ہے تو ان لوگوں کیلئے ہمیشہ استغفار کرتا رہے عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں ان لوگوں کو رضا مند کر کے معاف کرادیں۔

(فقط)

Scanned with CamScanner

درس قرآن

مومن مومن بھائی بھائی

ادارہ

اعوذبالله من الشیطن الرجیم

بسم الله الرحمن الرحیم

قال اللہ تبارک وتعالیٰ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ اِخوَةٌ اس کی تفسیر میں حضرت مصلح الامتؒ فرماتے ہیں کہ مومن آپسمیں سب بھائی بھائی ہیں

اس آیت کو قرآن شریف میں اقتال کے ذکر کے بعد فرمایا ہے کیونکہ اسکی پہلی آیت میں ہے کہ وان طائفتٰن مِنَ الْمُؤْمِنِینَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَیْنَهُما (الآیة)

اس سے معلوم ہوا کہ اقتال اخوت کے منافی ہے اور باہم اقتتال چونکہ منع ہے اسی کو اس طرح سے سمجھایا اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ اِخوَةٌ یعنی مومن سب بھائی بھائی ہیں اور ان میں قتال، بہت برا ہے۔

لہٰذا اگر دومسلمان آپس میں لڑ رہے ہوں تو ان میں صلح کرادینے کا حکم ہے جیسا کہ آگے ارشاد ہے کہ فاصلحوا بین اخویکم یہاں اخــویــن ، جوفرمایا تو یہ دوافراد پر بھی صادق ہے اور دو جماعت پر بھی صادق ہے یعنی جس طرح سے کہ دواشخاص انفرادی طور سے ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔

اسی طرح سے اجتماعی طور پر دو جماعتیں بھی ایک دوسرے کی بھائی ہیں اور ان دونوں ہی میں نزاع وقتال ہوتا ہے اور دونوں ہی میں صلح کرانے کا حکم ہے اور خطاب فاصلحوا میں سلطان یا امیر کو ہے یا ہر اس شخص کو ہے جو ان میں صلح کرا سکتا ہو مثلاً قوم کا چودھری اور عالم یا شیخ وغیرہ۔

بہر حال اللہ تعالیٰ نے قتال سے منع فرمایا اور باہم اتفاق واتحاد پیدا کرنے کا کیسا عمدہ اور موثر عنوان اختیار فرمایا کہ فرمایا اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ اِخوَةٌ اس میں سب مسلمانوں کو آپس میں بھائی بھائی فرمادیا گویا سب ایک ہی ہیں، اور جنگ کے لئے ضروری ہے کہ

Scanned with CamScanner

وہاں تعدد ہو۔ آدمی کسی سے اسی وقت لڑتا ہے جب یہ سمجھتا ہے کہ میں اور، وہ اور۔ ورنہ اگر غیر نہ ہو تو جنگ کا تصور ہی نہیں ہو سکتا کیونکہ اپنے سے کوئی شخص جنگ نہیں کرتا۔

عام لوگ صرف اتنا ہی جانتے ہیں کہ قرآن شریف میں آیا ہے کہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ اِخوَۃٌ

مگر اسکا مطلب نہیں سمجھتے غور کیجئے گا تو اتفاق و اتحاد کے استحسان کی اس آیت میں دلیل نقلی کے ساتھ ساتھ دلیل عقلی بھی پایئے گا اور وہ یہی ہے جیسا کہ ابھی میں نے بیان کیا کہ جنگ ہمیشہ غیر سے ہوتی ہے اور جب اللہ تعالیٰ نے سب مسلمانوں کو بھائی بھائی کہہ دیا تو گویا سب کو باہم ملا دیا غیریت اور تعدد کو ختم کر دیا پھر باہم اختلاف کے کیا معنی؟

مگر ہم دیکھتے ہیں کہ جس عنوان کو اللہ تعالیٰ نے اتحاد کے لئے ایسے موثر طریقہ سے بیان کیا تھا آج اسکا کچھ اثر ہم نہیں لیتے حق تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ اِخوَۃٌ

مسلمان سب آپس میں ایک دوسرے کے (دینی) بھائی ہیں یعنی جس طرح نسب اور رشتہ دو شخصوں کو باہم ایک کر دیتا ہے اور اسکی وجہ سے ان میں اخوت قائم ہو کر اتحاد ہو جاتا ہے پھر اختلاف اور لڑائی نزاع اور جنگ ان میں متصور ہی نہیں ہوتی، کیونکہ ان چیزوں کا منشاء اور سبب تو تعدد ہوتا ہے جس کو یہاں رشتے نے ختم ہی کر دیا ہے۔

اسی طرح سب مسلمان گو ان میں نسبی اخوت نہ ہو، تاہم ایک دین میں منسلک ہونے کے سبب وہ بھی بمنزلہ بھائی ہی کے ہیں اور اس دینی رشتہ نے بھی جب ان میں اخوت دینی پیدا کر دیا تو اسکا بھی تقاضا ہے کہ اب ان میں نزاع و خلاف جنگ و جدال اور سباب و قتال نہ ہو کیونکہ یہ سب چیزیں تعدد کے ثمرات ہیں اور یہاں دین نے ان میں اتحاد اور وحدت قائم کر دیا ہے

چنانچہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ اِخوَۃٌ میں اسی مضمون کی جانب متوجہ فرمایا گیا ہے، اور یہی اللہ تعالیٰ کا مقصود ہے۔

☆☆☆☆☆

درس حدیث

کسی ضرورت مند کو قرض دینا

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

کسی ضرورت مند شخص کو قرض دینے کا بھی بہت ثواب ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ " ہر قرض صدقہ ہے، بلکہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی ضرورت مند کو قرض دینے کا ثواب صدقے سے بھی زیادہ ہے۔ (ترغیب بحوالہ طبرانی وبیہقی)

جو ضرورت مند ہوتا ہے لیکن لوگوں سے مانگتا نہیں۔ اس کی ضرورت پوری کرنے میں اجر و ثواب بھی زیادہ ہے۔

تنگدست مقروض کو مہلت دینا

کسی تنگدست مقروض کو قرضے کی ادائیگی میں مہلت دینے کی قرآن وحدیث میں بہت فضیلت آئی ہے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے۔ وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَى مَيْسَرَةٍ اور اگر مقروض تنگدست ہو تو خوش حالی تک اسے مہلت دی جائے۔ (سورۃ البقرۃ) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا أَوْ وَضَعَ لَهُ أَظَلَّهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِهِ يوم لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلَّال جو شخص کسی تنگدست کو مہلت دے یا اس کے قرض میں کمی کر دے اللہ تعالیٰ اس کو ایسے دن اپنے عرش کے سائے میں رکھیں گے جس دن اس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ " پچھلی امتوں میں سے ایک شخص کی روح فرشتوں نے قبض کی اس سے پوچھا گیا کہ کیا تم نے کوئی بھلائی کا عمل کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میں لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا اور اپنے کارندوں کو حکم دیا ہوا تھا کہ وہ تنگدست کو مہلت دے دیا کریں اور جو شخص خوشحال ہو اس سے بھی چشم پوشی کیا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں فرشتوں سے فرمایا کہ تم بھی اس شخص سے چشم پوشی کرو۔ اور اس طرح اس کی مغفرت ہوگئی۔ (بخاری ومسلم)

Scanned with CamScanner

درس مثنوی

فرعون کا اپنی اہلیہ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا سے اپنے اسلام کے لئے مشورہ کرنا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت وتبلیغ کے بعد فرعون گھر گیا اور اپنی بیوی آسیہ رضی اللہ عنہا سے یہ سارا ماجرا بیان کیا۔

حضرت آسیہ نے سارا واقعہ سن کر کہا: ارے اس وعدہ پر اپنی جان قربان کردے، کیونکہ کھیتی تیار ہے اور نہایت مفید ہے، اب تک جو وقت گزرا ہے سب بے سود گزرا ہے۔

حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا اور زاروقطار رونے لگیں اور ان کو ایک جوش آ گیا اور کہا: تجھے مبارک ہو! آفتاب تیرا تاج ہوگا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تیری برائیوں کی پردہ پوشی کی اور تجھے دولتِ باطنی دینا چاہتے ہیں، گنجے کا عیب تو معمولی ٹوپی چھپا سکتی ہے مگر تیرے عیوب کو تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا تاج چھپانا چاہتا ہے، میرا مشورہ تو یہ ہے کہ اے فرعون! تو مشورہ نہ کرتا، تجھے تو اسی مجلس میں فوراً اس دعوت کو خوشی خوشی قبول کرلینا چاہئے تھا، یہ بات جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پیش کی ہے یہ ایسی ویسی بات تو نہ تھی، جس میں تو مشورہ کرتا پھرتا ہے، یہ تو ایسی بات تھی کہ سورج جیسے اونچے رتبے کی مخلوق کے کان میں جا پڑتی تو وہ سر کے بل اس کو قبول کرنے کے لیے آسمان سے زمین پر آ جاتا، تجھے معلوم ہے کہ یہ کیا وعدہ ہے اور کیا عطا ہے!!

اے فرعون! اللہ تعالیٰ کی یہ رحمت تجھ پر ایسی ہے جیسے ابلیس پر رحمت ہونے لگے، یہ اللہ تعالیٰ کا معمولی کرم نہیں ہے کہ تجھ جیسے سرکش اور ظالم کو یاد فرما رہے ہیں۔ ارے! مجھے تو یہ تعجب ہے کہ اس کرم کو دیکھ کر خوشی سے تیرا پِتّہ کیوں نہیں پھٹ گیا اور وہ برقرار کیسے رہا، اگر تیرا پِتّہ خوشی سے پھٹ جاتا تو دونوں جہان سے تجھے حصہ مل جاتا، دنیا میں نیک نامی اور آخرت میں نجات عطا ہوتی۔

آسیہ کی ساری تقریر سن کر فرعون نے کہا: اچھا! ہم اپنے وزیر ہامان سے بھی مشورہ لے لیں

حضرت آسیہؓ نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا کہ اس سے یہ واقعہ ہرگز بیان نہ کرو کہ وہ اس کا اہل نہیں، بھلا اندھی بڑھیا بازشاہی کی قدر کیا

جانے لیکن فرعون نہ مانا اور ہامان سے مشورہ لیا۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نااہل کے مشیر بھی نااہل ہوتے ہیں، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشیر تو صدیق اکبرؓ تھے اور ابوجہل کا مشیر ابولہب تھا، ہر شخص اپنے ہم جنس سے مشورہ لینا پسند کرتا ہے۔

الغرض! فرعون نے حضرت آسیہ کی بات نہ مانی اور سارا واقعہ اپنے وزیر ہامان کے سامنے بیان کرڈالا، فرعون کی باتیں ہامان نے جب سنیں تو بہت اُچھلا کُودا اور غم سے اپنا گریبان چاک کرڈالا اور شور مچانا اور رونا دھونا شروع کردیا، اور ٹوپی وعمامہ کو زمین پر پٹخ دیا اور واویلا کرتے ہوئے کہنے لگا: ہائے! حضور کی شان میں موسیٰ علیہ السلام نے ایسی گستاخی کی، آپ کی شان تو یہ ہے کہ تمام کائنات آپ کی مسخر ہے، مشرق سے مغرب تک سب آپ کے پاس خراج لاتے ہیں اور سلاطین آپکے آستانہ کی خاک بخوشی چومتے ہیں، انہوں نے آپ کی سخت توہین کی، آپ تو خود پوری دنیا کے لیے مسجود اور معبود بنے ہیں، اور آپ ان کی بات مان کر ایک ادنیٰ غلام بننا چاہتے ہیں، آپ خدا ہوکر اپنے ہی بندہ کا بندہ بننے کے لیے مشورہ کرتے ہیں، میرے نزدیک توہزاروں آگ میں جلنا اس توہین سے بہتر ہے، اگر آپ کو اسلام کی دعوت قبول ہی کرنا ہے تو ہمیں پہلے مارڈالیے، تاکہ میں حضور کی یہ توہین اپنی آنکھ سے نہ دیکھوں، آپ میری گردن فوراً ماردیں، کہ میں اس منظر کو دیکھنے کی تاب نہیں رکھتا، کہ آسمان زمین بن جائے اور خدا بندہ بن جائے یعنی ہمارے غلام ہمارے آقا بن جائیں اور ہم ان کے غلام بن جائیں۔

یہ تکبر جو ہامان میں تھا، زہر قاتل کی طرح تھا اور اسی زہر آلود شراب سے ہامان بدمست ہوکر احمق ہوگیا تھا، اور اس ملعون کے مشورہ سے فرعون نے قبولِ حق سے انکار کرکے خود کو دائمی رسوائی اور عذاب کے حوالہ کردیا۔

جب فرعون ہامان کے بہکانے میں آگیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات ماننے سے انکار کردیا، تو حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ: ہم نے تو بہت سخاوت اور عنایت کی تھی مگر تیری قسمت ہی میں ہدایت نہ تھی ہم کیا کریں۔

Scanned with CamScanner

حضرت تھانویؒ اپنے دور کے مجدد تھے

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی صاحب عثمانی مدظلہ

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ:

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہ حقیقت میں وہ ہمارے دور میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہیں اور اپنے عہد کے مجدد ہیں۔

چنانچہ وہ ہمیں بتا گئے کہ ہمیں ہماری صلاحیت اور ظرف کے مطابق کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا ہے۔ شاید یہ بات ان سے زیادہ بہتر انداز میں کوئی اور نہ بتا سکے گا۔ چنانچہ انہوں نے ہمیں اس بارے میں ایک اصول بتا دیا کہ دنیا کتنی حاصل کرو اور کسی درجے میں حاصل کرو اور دنیا کے ساتھ کس طرح کا معاملہ کرو، یہ اصول اصل میں تو مکان کے سلسلے میں بیان فرمایا کہ آدمی کیسا مکان بنائے؟ لیکن یہ اصول تمام ضروریات زندگی پر لاگو ہوتا ہے۔

مکان بنانے کے چار مقاصد

چنانچہ انہوں نے یہ اصول بیان فرمایا کہ مکان چار مقاصد کے لئے بنایا جاسکتا ہے۔

پہلا مقصد ہے رہائش یعنی ایسا مکان جس میں آدمی رات گزار سکے اور اس کے ذریعہ دھوپ بارش، سردی اور گرمی سے حفاظت ہو جائے، اب یہ ضرورت ایک جھونپڑی کے ذریعہ بھی پوری ہوسکتی ہے اس مقصد کے تحت مکان بنانا جائز ہے

دوسرا مقصد ہے آسائش، یعنی صرف رہائش مقصود نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ وہ رہائش آرام اور آسائش کے ساتھ ہو۔ مثلاً جھونپڑی اور کچے مکان میں انسان جوں توں گزارہ تو کرلے گا لیکن اس میں آسائش حاصل نہیں ہوگی، اور آرام نہیں ملے گا، ہوسکتا ہے کہ بارش کے اندر اس میں سے پانی ٹپکنا شروع ہو جائے اور اسمیں دھوپ کی تپش بھی اندر آرہی ہے۔ اس لئے آسائش حاصل کرنے کے لئے مکان کو پکا بنا دیا تو یہ آسائش بھی جائز ہے کوئی گناہ نہیں ہے۔

تیسرا درجہ آرائش، یعنی اس مکان کی سجاوٹ

آپ نے مکان تو پکا بنالیا اور اس کی وجہ سے آپ کو رہائش حاصل ہوگئی، لیکن اسکی دیواروں پر پلاسٹر نہیں کیا ہے اور نہ اس پر رنگ و روغن ہے اب رہائش بھی حاصل ہے اور فی الجملہ آسائش بھی حاصل ہے لیکن آرائش نہیں ہے

اس لئے کہ اس پر رنگ و روغن نہیں ہے جب آپ اس مکان میں داخل ہوتے ہیں تو آپ کی طبیعت خوش نہیں ہوتی۔ اب اپنے دل کو خوش کرنے کیلئے رنگ و روغن کر کے کچھ زیب وزینت کر لے تو یہ بھی کوئی گناہ نہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی بھی اجازت ہے بشرطیکہ اپنے دل کو خوش کرنے کے لئے یہ آرائش والا کام کرے۔

چوتھا درجہ ہے نمائش یعنی اس مکان کے ذریعہ رہائش کا مقصد بھی حاصل ہو گیا۔ آسائش اور آرائش کا مقصد بھی حاصل کرلیا۔

اب یہ دل چاہتا ہے کہ اپنے مکان کو ایسا بناؤں کہ دیکھنے والے یہ کہیں کہ ہم نے فلاں شخص کا مکان دیکھا اسکو دیکھ کر اس کی خوش ذوقی کی داد دینی پڑتی ہے اور اس کی مالداری کا پتہ چلتا ہے اب اگر اس مقصد کو حاصل کرنے کیلئے آدمی اپنے مکان کے اندر کوئی کارروائی کرتا ہے تا کہ لوگ اس کو بڑا آدمی سمجھیں تا کہ لوگ اسکو دولت مند سمجھیں تا کہ لوگ اسکو اپنے سے زیادہ فوقیت والا سمجھیں تو یہ صورت حرام ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ رہائش حاصل کرنا جائز آسائش حاصل کرنے کے لئے کوئی کام کرنا جائز، آرائش کے حصول کیلئے کوئی کام کرنا جائز لیکن نمائش اور دکھاوے کے لئے کوئی کام کرنا حرم اور نا جائز ہے اور نمائش کی غرض سے جو چیز بھی حاصل کی جائیگی وہ حرام ہوگی۔

قناعت کا صحیح مطلب

تفصیل اس لئے عرض کر دی تا کہ ''قناعت کا صحیح مطلب سمجھ میں آ جائے۔ قناعت" کے معنی یہ ہیں کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اس پر آدمی راضی اور خوش ہو جائے لیکن قناعت کے ساتھ اگر آدمی کے دل میں یہ خیال پیدا ہو رہا ہے کہ میرے مکان میں فلاں تکلیف ہے یہ دور ہو جائے اور میں جائز

Scanned with CamScanner

طریقے سے اور حلال آمدنی سے اس تکلیف کو دور کرنا چاہتا ہوں تو یہ آسائش کے اندر داخل ہے اور جائز ہے۔ یہ خواہش حرص کے اندر داخل نہیں۔ یا مثلاً اگر ایک شخص نے یہ سوچا کہ میرا مکان ویسے بہت اچھا ہے۔ ماشاء اللہ

لیکن جب میں داخل ہوتا ہوں تو مجھے دیکھنے میں اچھا نہیں لگتا اس لئے دل چاہتا ہے کہ اس میں کچھ سبزہ وغیرہ لگا ہوا ہو، تاکہ دیکھنے میں اچھا لگے اور میرا دل خوش ہو جایا کرے، اب وہ اپنے دل کو خوش کرنے کے لئے یہ کام کرتا ہے تو یہ حرص میں داخل نہیں بشرطیکہ اس کام کو کرانے کے لئے جائز اور حلال طریقہ اختیار کرے۔ ناجائز اور حرام طریقہ اختیار نہ کرے تو یہ جائز ہے۔ لیکن اگر مکان میں تمام سہولتیں حاصل ہیں اچھا بھی لگتا ہے آرام بھی ہے لیکن میرے مکان کو دیکھ کر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تو تھرڈ کلاس آدمی ہے یا میں جس محلے میں رہتا ہوں اس میں میرا مکان دوسروں کے مکانوں کے ساتھ میچ نہیں کرتا بلکہ میرے مکان کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مالداروں کے محلے میں کوئی نچلے درجے کا آدمی آ گیا ہے اب اس غرض کے لئے مکان کو عمدہ بناتا ہوں تاکہ اس کی نمائش ہو، لوگ اس کی تعریف کریں، اور اس کو دیکھ کر لوگ مجھے دولت مند سمجھیں۔ اس وقت یہ کام کرنا حرام ہے حرص میں داخل ہے اور یہ کام ''قناعت کے خلاف ہے یا اگر کوئی شخص آسائش اور آرائش کو حاصل کرنے کے لئے ناجائز اور حرام طریقہ اختیار کرتا ہے۔ مثلاً رشوت کی آمدنی کے ذریعہ وہ یہ آسائش اور آرائش حاصل کرنا چاہتا ہے یا سود لے کر دوسرے کو دھوکہ دے کر یا دوسرے کا حق مار کر یہ چیز حاصل کرنا چاہتا ہے تو پھر یہ حرص میں داخل ہے اور ناجائز اور حرام ہے۔ کم از کم ادنی درجہ حاصل کر لیں۔

بہر حال صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے جو حالات میں نے آپ کو سنائے اس کا مقصد یہ بیان کرنا تھا کہ وہ تو اعلیٰ درجے کے لوگ تھے۔ اگر ہم اپنی کمزوری کی وجہ سے صحابہ کرام کے اس اعلیٰ مقام تک نہیں پہنچ سکتے

Scanned with CamScanner

تو کم از کم اس کا ادنیٰ درجہ تو حاصل کرنے کی فکر کریں جس کو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے اور یہ درجہ اس وقت تک حاصل نہیں ہوگا جب تک دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی فکر اور موت کا دھیان انسان کے اندر پیدا نہ ہو جائے۔

آج انسان سالہا سال کے منصوبے بنا رہا ہے، اس کو یہ پتہ نہیں کہ وہ کل ہی اس دنیا سے رخصت ہو جائے گا۔ بیٹھے بیٹھے انسان دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔

لہذا ایسے لمبے لمبے منصوبے بنانے سے پرہیز کرے اور صرف بقدر ضرورت دنیا کے مال و اسباب پر قناعت کرے، اس قناعت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی راحت عطا فرمائیں گے اور آخرت میں بھی سکون ملے گا۔

اور اس کا طریقہ وہ ہے کہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما دیا کہ اپنے سے نیچے والے کو دیکھو اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اپنے سے اوپر کی طرف مت دیکھو اس لئے کہ اوپر کی تو کوئی انتہا نہیں ہے۔

دل سے دنیا کی محبت کم کرنے کا طریقہ

اور دنیا کی محبت دل سے نکالنے اور آخرت کی محبت دل میں لانے کا طریقہ یہ ہے کہ تھوڑا سا وقت نکال کر انسان اس بات کا مراقبہ کرے کہ یہ دن رات ہم غفلت میں مبتلا ہیں۔ مرنے سے غافل ہیں اللہ کے سامنے پیش ہونے سے غافل ہیں۔ حساب و کتاب سے غافل ہیں۔ جزا و سزا سے غافل ہیں۔ آخرت سے غافل ہیں اور اس غفلت کی وجہ سے۔ آخرت اور موت کا خیال بھی نہیں آتا۔ اس لئے تھوڑا سا وقت نکال کر انسان یہ مراقبہ کرے کہ ایک دن مروں گا اس وقت میرا کیا حال ہوگا؟ اور کس طرح اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی ہوگی؟ کس طرح سوال و جواب ہوں گے؟ اور مجھے کیا جواب دینا ہوگا۔ روزانہ ان باتوں کا استحضار کرے۔ حضرت تھانوی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی روزانہ ان باتوں کا مراقبہ کرے تو چند ہی ہفتوں میں ان شاء اللہ وہ یہ محسوس کریگا کہ دنیا کی محبت دل سے نکل رہی ہے۔

Scanned with CamScanner

گذشتہ سے پیوستہ

چودھویں صدی کا عظیم مصلح اور صنفِ نازک

حکیم محمود ظفر صاحب سیالکوٹی

کسبِ حرام قبول نہیں

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے کسب کی ایسی راہوں سے روکا ہے جس سے دل کا بگاڑ آپس کا تنفر اور آخرت کی بربادی ہو۔ چنانچہ مختلف احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں شئے کی قیمت یا اُس کے کسب کو خبیث یا پلید ٹھہرایا۔ فلاں چیز کی قیمت کی ممانعت فرمائی۔ فلاں چیز کی آمدنی یا کھانے پر لعنت فرمائی، فلاں شئے کی بیع یا تجارت کو حرام قرار دیا۔ مثال کے طور پر آپؐ نے کتّے کو خبیث فرمایا، زنا کی خرچی کو خبیث فرمایا، پچھنے لگانے والے کے کسب کو بھی خبیث فرمایا۔ اسی طرح آپ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتّے کی قیمت، زنا کے مہر اور کاہن کی اجرت سے روکا سود کھانیوالے پر لعنت فرمائی اور تصویر بنانے والے پر لعنت فرمائی اسی طرح اللہ اور اُس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب، مردار، سؤر اور بتوں کی تجارت اور خرید و فروخت حرام فرمائی ادا نہ کرنے کی نیت سے مہر مقرر کرنے والے کو زانی فرمایا، ان سب احادیث میں سارا زور کسب پر نہیں بلکہ کسب حرام سے ممانعت اور احتیاط پر ہے یہاں تک کہ حرام کمائی کو اگر صدقہ کر دے یعنی کسی کارِ خیر میں دے دے تو وہ بھی عنداللہ قابل قبول نہیں ہوگا، کوئی شخص حرام مال کماتا ہے پھر اُسکو صدقہ کرتا ہے تو ایسا صدقہ قبول نہیں ہوتا اور نہ ایسے مال کو خود اپنے اوپر خرچ کرنے میں برکت ہوتی ہے اور اگر ایسے مال کو ترکہ میں چھوڑ مرا تو وہ اُسکے حق میں دوزخ کا توشہ بن جاتا ہے کیونکہ خدا برائی کو بُرائی سے نہیں مٹاتا بلکہ بھلائی سے برائی کو مٹاتا ہے۔

رائے پر مخنتانہ جائز نہیں

بات درمیان میں آگئی جی چاہتا ہے اجمالی طور پر اس کے بارہ میں بھی کچھ بتا دیا جائے کہ یہ حلال و حرام کی تمیز عوام تو کیا بڑے بڑے مشائخ اور علماء سے بھی اُٹھتی جا رہی ہے

شریعت اسلامیہ میں رائے پر محنتانہ لینا جائز نہیں یہ رشوت محض ہے۔ فرمایا شریعت نے جس چیز کو متقوم (قیمت والی) نہیں قرار دیا اُس کا معاوضہ لینا جائز نہیں مثلاً آپ کا حق شفعہ تھا، آپنے سو روپیہ لے کر اس کو چھوڑ دیا تو اس روپیہ کا واپس کرنا واجب ہے، اور حق شفعہ بھی اب باقی نہیں رہا، کیونکہ شریعت نے شفعہ کی کوئی قیمت نہیں مقرر کی ہے یا مثلاً کسی نے لڑکی کے عوض روپیہ لیا تو یہ حرام ہے کیونکہ شریعت نے بیٹی (کو اسطرح فروخت کرنے) کی کوئی قیمت نہیں رکھی ہے۔

یا مثلاً کسی نے حاکم سے سفارش کر دی اور پچاس روپئے لیے یہ بھی حرام ہے اکثر لوگ رشوت مقدمات میں کچھ لینے کو کہتے ہیں حالانکہ یہ بھی رشوت میں داخل ہے حاکم سے سفارش کرنا بھی ایسا ہی فعل ہے کہ شریعت نے کوئی قیمت اس کی مقرر نہیں کی ہے ہاں جسمیں کوئی محنت و مشقت ہو اُسکی قیمت مقرر کی ہے

اسی اصول کے تحت کسی مقدمہ میں کچھ رائے اور مشورہ دینے کا محنتانہ لینا رشوت ہے چنانچہ دنیا دار تو ایک طرف رہے کچھ نام نہاد مولوی بھی محض کسب دنیا کیلیئے دین کے مسائل کو کو پھیر پھار کر کسی کی مرضی کے مطابق مسئلہ بتاتے ہیں اور اس کی بھاری قیمت لیتے ہیں حالانکہ سچا مسئلہ بتا کر بھی رشوت لینا جائز نہیں چہ جائیکہ دین میں تحریف کر کے، حکیم الامت تھانویؒ کی اصلاحی رائے تو اس معاملہ میں یہ ہے کہ مثلاً کتابت کی اُجرت لینا جائز ہے جیسے فرائض (وراثت کا مسئلہ) لکھنے میں مگر اس کے اثر پر بھی نظر کیجئے تو یہ بھی بُرائی سے خالی نہیں وہ اثر یہ ہے کہ میں نے خود دیکھا کہ لوگ مفتی سے فرمائش کرتے ہیں کہ مولانا فلاں وارث کا نام نہ لکھیئے گا۔ ایسی فرمائش اس لیے کرتے ہیں کہ کچھ دیتے ہیں۔ ایک شخص نے خود میرے سامنے فرمائش پیش کی اور کہا کہ جلد ی مل جائے اور ایک روپیہ میرے سامنے پھینکا اور کہا کہ یہ اس کا حق المحنت ہے۔ میں نے کہا کہ اپنا کاغذ اُٹھا لیجئے اور جایئے مجھ کو ان کے جلدی مچانے پر رنج نہیں ہوا بلکہ اپنے بھائیوں (علماء) پر رنج ہوا کہ نہ وہ لیتے اور نہ

لوگوں کو ایسی جرأت ہوتی۔

میری اپنی رائے ہے کہ امیر آدمی خواہ وہ کتنا ہی دیندار کیوں نہ ہوجائے امارت کا خنّاس اُسکے ذہن سے نہیں نکلتا الا ماشاء اللہ لہٰذا ایسے ہی کتنے اچھے لوگوں کے ہاتھوں علماء کی تحقیر وتذلیل کی نوبت آئی ہے۔ چنانچہ ایسے ہی ایک آدمی کا واقعہ حضرت والاؒ نے اپنا ذاتی بیان فرمایا ہے کہ

''ایک صاحب رئیس بطور مہمان میرے یہاں تشریف لائے ایسی حماقت کی کہ مجھ کو حیرت ہوگئی کہ اتنی معمولی بات کی بھی سمجھ نہیں تو ریاست کیا کرتے ہوں گے حرکت یہ کہ جب کھانا کھا چکے تو ایک روپیہ نکال کر میری طرف پھینکا کہ لیجئے۔ جیسے بھٹیارے کے ہاتھ پھینک دیتے ہیں میں نے وہ روپیہ ان ہی پر پھینک مارا کہ آپ کو اتنی بھی تمیز نہیں''۔

مقدس ڈاکو

یہ سب کچھ علماء کی حرصی بے تمیزیوں کی وجہ سے ہے یہی حال مشائخ کا بھی ہے حرص وآز میں وہ علماء سے بھی دوقدم آگے ہیں ان قبری پیروں نے مریدی ٹیکس لگا کر جاہل عوام کی جہالت سے خوب فائدہ اٹھایا ہے بلکہ خوب جیب تراشی کی ہے حضرت والاؒ کی مریدین کے بارہ میں بھی رائے تھی کہ وہ کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے پیر میں حرص پیدا ہو، چنانچہ فرمایا: مرید کے ذمہ بھی یہ امر ضروری ہے کہ ایسا کام نہ کرے جس سے شیخ کے اخلاق خراب ہوں، اگر پیر میں مرید کے عمل سے حرص پیدا ہوگئی تو اس نے پیر کا ناس کر دیا، ایسے ہی مریدوں کی جیب پر نظر رکھنے والے ایک پیر صاحب کا واقعہ حضرت والاؒ نے نقل فرمایا ہے کہ میرے یہاں آئے اور کہا: کہ مجھ پر قرض ہوگیا ہے۔ میں نے کہا کیسے؟ کہا مرید کھا گئے، دو دو مہینے پڑے رہے، اور وصول اُن سے کچھ ہوا نہیں۔

میں نے اس توقع پر قرض لے کر کھلایا کہ نذرانہ دیں گے، اور کہا کہ آپ پریذیڈنٹ صاحب بہاولپور کو سفارشی خط دیجئے کہ وہ مجھ کو چھ ہزار روپیہ قرض دے دیں۔

میں نے کہا آپ ادا کہاں سے کریں گے؟

Scanned with CamScan

مریدوں کی جیب پر نظر رکھنے والے پیر کا جواب سنیئے۔ کہا کہ مریدوں سے جو ملے گا اس سے ادا کردوں گا میں نے کہا اب بھی آپ مریدوں کو نہیں بھولے انکی وجہ سے تو یہ نوبت پہنچی۔ گویا چور چوری کرتے اُس کو چھپاتے اور اپنے کو مجرم جانتے ہیں لیکن یہ ''فتوحات'' والے دن دھاڑے دین و دنیا دونوں پر ڈاکہ ڈالنے کے باوجو مرتے دم تک اپنے کو مقدس ہی یقین کرتے رہتے ہیں۔ علماء اور مشائخ کی بات تو جملہ معترضہ کے طور پر درمیان میں آ گئی تھی کہ ''چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی''

کے تحت جب علماء اور مشائخ ہی سے حلال وحرام کی تمیز اُٹھ گئی تو دوسروں کا کیا رونا رویا جائے اگر دنیا دار شخص اپنی بیوی کا مہر ہڑپ کر جاتا ہے تو اس کا کیا گلہ کیا جائے، مہر ہڑپ کرنا اور بیوی سے معاف کرانا خواہ غلط طریقہ ہی سے معاف کرایا جائے دونوں میں بڑا فرق ہے معاف کرانے والے میں کم از کم اتنا تو احساس ہے کہ اگر معاف نہ ہوا تو قیامت کو باز پرس ہوگی، لیکن ان قبری پیروں اور حریص علماء کے دل میں تو اتنا بھی خوف نہیں رہا کہ مریدین اور معتقدین کو لوٹنے میں قیامت کے روز حق تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے؟

بات ہو رہی تھی عورتوں کے مہر کی کہ اُنکی ادائیگی ہر حال میں مرد پر واجب ہے اور اللہ تعالیٰ نے مرد سے اس کو حاصل کرنیکا عورت کو حق دیا ہے اور مردوں کو بتایا گیا کہ عورت اگر معاف بھی کردے پھر بھی مرد کی غیرت وحمیت کا یہ تقاضہ ہے کہ اُس کو ادا کرے۔

ہارٹ اٹیک سے حفاظت

دل کی ہر طرح کی بیماری سے بچاؤ کے لئے اول و آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف اور درمیان میں یہ دعا سات مرتبہ پڑھ کر دل پر دم کریں ...ان شاء اللہ دل کی ہر طرح کی بیماری دور ہوگی یَا اللّٰهُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ دل مارا کن مستقیم بحق إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ بہتر ہے کہ یہ عمل بعد نماز فجر ایک مرتبہ کیا جائے ورنہ وقت اور تعداد کی کوئی قید نہیں (جامع الوظائف)

Scanned with CamScanner

اخلاق رذیلہ سے بچنے کی تاکید اور ہر ایک کی حقیقت کا بیان

شیخ محی الدین سید احمد کبیر رفاعی قدس سرہٗ
ترجمہ : شیخ الاسلام علامہ ظفر احمد تھانوی عثمانی رحمہ اللہ

میں تم کو چند اوصاف اور اخلاق سے ڈراتا ہوں، خبردار ان میں سے کسی کو اپنے اندر جگہ نہ دینا، کیونکہ یہ زہر قاتل ہیں۔ میں تم کو اللہ سے ڈرنے کی اور ان خصلتوں سے دور رہنے کی سخت تاکید کرتا ہوں، جن میں سے (ایک) حسد ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ انسان دوسرے کی نعمت کا زوال چاہے۔ اور (دوسرے) کبر ہے جس کی حقیقت یہ کہ آدمی اپنے کو دوسروں سے اچھا سمجھے۔ اور (تیسرے) جھوٹ ہے جسکی حقیقت کیخلاف واقع بات گھڑنا اور ایسی فضول بیہودہ بات کہنا ہے جس میں کسی قسم کا نفع نہ ہو۔ اور (چوتھے) غیبت ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ کسی کا ایسا عیب (پیچھے) بیان کیا جائے جو بشریت کی بنا پر اس میں ہے۔ اور (پانچویں) حرص ہے جس کی حقیقت دنیا سے جی نہ بھرنا ہے۔ اور (چھٹے) غضب (غصہ) ہے جس کی حقیقت خون کا جوش میں آنا ہے بدلہ لینے کے ارادہ سے۔ اور (ساتویں) ریا ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اس بات سے خوشی(۱) حاصل کرنا چاہے کہ دوسرے اس (کے اعمال) کو دیکھ رہے ہیں۔ اور (آٹھویں) ظلم ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ اپنے نفس کی پیروی کرے اس کی ہر خواہش میں (کہ جو دل میں آیا کر گذرا، چاہے اپنے کو یا کسی کو تکلیف پہنچے یا نقصان)۔

خوف اور امید ساتھ ساتھ رکھنے کی تاکید

نیز میں تم سے یہ بھی کہتا ہوں کہ ہمیشہ خوف اور امید کے درمیان رہو، خوف (کی حقیقت) یہ ہے کہ آدمی اپنے گناہوں کو پیش نظر کر کے اللہ تعالیٰ سے ڈرے، اور امید یہ ہے کہ (اللہ تعالیٰ کے) اچھے وعدے (کو یاد کرنے) سے دل میں سکون (اور راحت) پیدا ہو، ریاضت کے ذریعہ روح کی صفائی کا ہمیشہ خیال رکھو اور ریاضت کی (حقیقت یہ ہے کہ حالت مذمومہ کو حالت محمودہ (اچھی عادت وخصلت) سے بدلا جائے۔

Scanned with CamScan

استغنااورتواضع کا تلازم

افادات عارف باللہ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نوراللہ مرقدہٗ

سنئے! توحید کا حاصل کرنا سب فرض عین ہے اورایک جماعت توحید حقیقی کوسکھانے والی ہرزمانہ میں ہونی ضروری ہے اگر کچھ لوگ بھی توحید حقیقی کے حامل نہ رہیں گے اوراس کو نہ سکھاویں گے تو لوگ اس کوبھول ہی جاویں گے، بلکہ بھول ہی رہے ہیں،اور جب توحید کامل ہوتی ہے تو مخلوق سے کامل استغناء ہوجاتاہے، جس کی توحید کامل اس کااستغناء کامل اورجس کی توحید ناقص ہوتی ہے، اسکومخلوق سے استغناءنہیں ہوتا،اوراس کی نظر مخلوق سے ہٹتی نہیں۔

ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب نوراللہ مرقدہٗ کی خدمت میں بہت بڑی رقم ہندوستان سے گئی،وہاں مکہ معظّمہ میں دہلی والوں کی دوکانیں تھیں وہیں پروہ رقم گئی تھی،جن لوگوں کے پاس گئی تھی انہوں نے حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کے پاس کہلا بھیجا کہ ہندوستان سے رقم آئی ہے اس کومنگوالیجئے۔

حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اس رقم کو لینے کیلئے نہ توہم جائیں گے نہ ہماراکوئی آدمی جائیگا جس اللہ نے ہندوستان سے یہاں تک بھیجاہے وہ ہمارے پاس بھی پہنچادے گا۔

سبحان اللہ! کیسااستغناءظاہرفرمایااوراس رقم کو لینے کیلئے نہیں گئے،لیکن ان حضرات میں جہاں کامل استغناء تھاوہیں اس کے ساتھ ساتھ کامل تواضع بھی رکھتے تھے۔چنانچہ جس رباط میں قیام فرماتے تھےاس میں کئی آدمی تھے،وہاں کوئی حاجی آکرلوگوں کودودو چارچارآنے پیسے تقسیم کررہے تھے۔حضرت حاجی امداداللہ صاحب رحمہ اللہ بھی اسی میں تھے اورحضرت کپڑے اچھے پہنتے مصلیٰ بھی اچھارہتاتھا،جب پیسے تقسیم کرنے والے حضرت کے پاس پہنچے توسوچا کہ یہ بڑے آدمی ہیں اسلئے حضرت کودینے سے ٹھٹکے توفرمایا کہ بھائی تم سب کودے رہے ہومجھ سے کیوں ٹھٹک رہے ہومجھ کوکیوں نہیں دیتے؟ تواس نے کہا آپ توفقراء کے سردار ہیں۔

فرمایا کہ بھائی اسی طرح تو سردار ہوں کہ تم نے دیدیا، اس نے دیدیا، کسی اور نے دیدیا، بس اسی طرح سردار بنا ہوں یہ فرمایا کر ہاتھ بڑھادیا کہ لاؤ مجھ کو بھی دو۔

یہاں حاجی صاحب نے سمجھا کہ اس شخص کے دل میں فقیروں اور درویشوں کی پوری وقعت ہے اب یہاں استغناء کا مقام نہیں ہے بلکہ یہاں کسر نفسی کا مقام ہے اسلئے ہاتھ بڑھادیا کہ لاؤ دو سبحان اللہ! ان حضرات کی عجب شان ہوتی ہے۔

ایک طرف کامل استغناء اور دوسری طرف کامل تواضع دونوں کو خوب ہی جمع فرماتے تھے یہ ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہے کوئی کامل اور موفق من اللہ ہی ایسا کرسکتا ہے سب کا کام نہیں ہے، بزرگوں کو استغناء ہوتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ تواضع وانکسار بھی بہت زیادہ ہوتا ہے بس کبر نہ آنے پائے تو استغناء مطلوب ہے، استغناء الگ چیز ہے، اور کبر الگ چیز ہے استغناء کیلئے کبر لازم نہیں ہے بلکہ یہ تواضع کے ساتھ بھی جمع ہوسکتا ہے۔ چنانچہ ہمارے اکابر واسلاف نے ان دونوں کو جمع کر کے دکھادیا اور استغناء کا بھی کامل نمونہ پیش کیا ہے اور تواضع بھی ان میں کامل رہی ہے اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے انکو بڑی بڑی کرامات سے نوازا تھا، اس سلسلہ میں بہت سے واقعات ہیں۔

وظائف کے کارگر ہونے کی شرائط

(۱) یقین کے ساتھ عمل کریں شک عمل کو ضائع کر دیتا ہے (۲) توجہ کیساتھ عمل کریں بے توجہی سے پڑھی جانے والی دعائیں ہوا میں گم ہو جاتی ہیں (۳) رزق حلال کا اہتمام کریں حرام غذا عمل کے اثر کو زائل کر دیتی ہیں (۴) ہر عمل اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کریں مالک راضی ہوگا تو کام بنے گا (۵) فرائض کا اہتمام کریں جو لوگ نماز اور دیگر فرائض ادا نہیں کرتے انکے اعمال بے اثر ہوتے ہیں (۶) حرام کاموں سے بچیں (۷) وظائف اور دعاؤں کے الفاظ کی تصحیح کا اہتمام کریں الفاظ غلط پڑھنے سے معنی بدل جاتے ہیں (۸) طہارت کا اہتمام کریں لباس اور خیالات بھی پاک صاف رکھیں (۹) عاجزی اور آہ وزاری کیساتھ عمل کریں (۱۰) صرف وہ اعمال کریں جن کی شرعاً اجازت ہو

Scanned with CamScanner

گزشتہ سے پیوستہ

مسیح الامت کی باتیں

مفتی رشید احمد صاحب میواتی رحمہ اللہ

خانقاہ میں رہنے کے آداب

ادب نمبر۶: پس خانقاہ میں قیام کے دوران یکسوئی کے ساتھ رہیں، بلا ضرورت نہ کسی کے پاس بیٹھیں نہ کسی دوسرے کو اپنے پاس بٹھائیں، نہ کسی سے دوستی اور تعلق قائم کریں، جب خدا سے تعلق کے لئے آتے ہیں خدا ہی سے تعلق رکھیں، خانقاہ تو اس شعر کی مصداق ہے۔

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد
کسے را با کسے کارے نباشد

ادب نمبر۷: حضرتِ والا کی خدمت میں بغرض اصلاح وتربیت آنے والے حضرات کو چاہئے کہ بوقت ملاقات اپنے قیام کی مدت حضرت والا کو بتلادیں، اور جب واپسی ہو تو جانے سے ایک دو روز پہلے اپنی واپسی کی اطلاع کردیں، جب خانقاہ میں آئیں تو ناظمِ خانقاہ سے اپنے قیام کی جگہ معلوم کرلیں۔

ادب نمبر ۸: خانقاہ میں قیام کے لیے جو کمرے بنے ہوئے ہیں، ان میں جہاں وہ جگہ بتلادیں قیام کرلیں۔

ادب نمبر۹: خانقاہ میں قیام کے زمانے میں اپنے طعام کا نظام خود کرلیا جائے جس کی صورت یہ ہے قیمتاً مدرسے کے مطبخ سے بھی جاری ہوسکتا ہے، ایک دوسرا مطبخ بھی ہے، وہاں سے بھی جاری ہوسکتا ہے۔

پوری تفصیل ناظم خانقاہ سے معلوم ہوسکتی ہے، واپسی سے پہلے اپنے کھانے کی قیمت حساب لگا کر ادا کردینی چاہیے اور مدرسے کے مطبخ سے کھانا جاری کرایا جائے تو ناظمِ مطبخ کو قیمت طعام کے پیسے دے کر ان سے رسید حاصل کرلی جائے۔

ادب نمبر۱۰: ان دوجگہوں کے علاوہ قصبے میں کسی کے یہاں سے کھانا جاری نہ کرائیں، اس سے تعلقات بڑھتے ہیں۔

ادب نمبر۱۱: خانقاہ میں قیام کے زمانے میں اہتمام کے ساتھ مجالس شریفہ میں شرکت

Scanned with CamScanner

کی جائے جو مجلس روزانہ ہوتی ہے، اس کا وقت موسم وغیرہ کے اعتبار سے بدلتا رہتا ہے جو بھی وقت مجلس کا ہو وہ اہلِ خانقاہ سے معلوم کرلیا جائے اور مجلس سے پہلے ہی استنجاء اور وضو وغیرہ سے فارغ ہوکر مجلس کی تیاری کرلی جائے تاکہ صحیح وقت پر شرکت ہوسکے۔ (مجلس کے بیان میں آدابِ مجلس کو ملاحظہ فرمائیں)۔

ادب نمبر۱۲: خانقاہ میں قیام کے زمانے میں سالکین حضرات اکثر اپنا حال کاپیوں میں لکھ کر پیش کرتے ہیں کاپی رکھنے کی جگہ دائیں جانب دیوار کے پاس ہے وہاں رکھ دی جائے حضرت والا جواب تحریر فرما کر بائیں جانب گدے کے کونے کے نیچے رکھ دیتے ہیں، وہاں سے اپنی کاپی لے لی جائے۔

ادب نمبر۱۳: اگر کسی سالک کو اپنا حال تنہائی میں حضرتِ والا کی خدمت میں زبانی عرض کرنا ہوتو اسکے لئے کسی وقت حاضر ہوکر حضرتِ والا سے اپنا حال بیان کرنے کے لئے وقت معلوم کرلیا جائے جو وقت حضرتِ والا ارشاد فرمائیں اس میں حاضر ہوکر اپنا حال بیان کردینا چاہئے۔

ادب نمبر۱۴: مجلس کے اوقات کے علاوہ بلاضرورت حضرتِ والا کے پاس صرف برکتاً جاکر نہ بیٹھیں حضرتِ والا ہمیشہ ڈاک وغیرہ کے لکھنے میں یا بعض اہم امور میں مشغول رہتے ہیں نیز اس طرح جاکر بیٹھنے سے خلل ہوتا ہے الا یہ کہ حضرتِ والا کی جانب سے کسی کے لیے اس کی اجازت ہو۔

ادب نمبر۱۵: اگر کسی ضرورت سے جلال آباد سے باہر دہلی، سہارنپور، یا تھانہ بھون وغیرہ جانا ہوتو حضرتِ والا سے اجازت لے کر جائیں، اور واپسی پر اپنے آنے کی بھی حضرتِ والا کو اطلاع کردیں۔

ادب نمبر۱۶: بعض حضرات کا بیعت ہونے سے قبل حضرتِ والا کے ساتھ شاگردی یا عزیزداری وغیرہ کا تعلق رہا ہے۔ وہ حضرات سلسلے میں داخل ہونے کے بعد حضرتِ والا کا شیخ طریقت ہونے کی حیثیت سے کامل ادب ملحوظ رکھیں، پہلی سی بے تکلفی نہ رکھیں صوفیاء کا مقولہ ہے الطریق کلہ ادب راہ سلوک تو

پورا ادب ہی ادب ہے''۔بعض مرتبہ ذرا سی بے ادبی بھی محرومی کا باعث بن جاتی ہے۔

ادب نمبر۱۷: خانقاہ میں کوئی چارپائی وغیرہ غلط جگہ نہ بچھائیں، نہ کسی ایسی جگہ پانی وغیرہ ڈالیں جس سے لوگوں کو تکلیف ہو۔اسی طرح موم بتی جلی ہوئی نہ چھوڑیں، نہ ماچس جلا کر بے احتیاطی سے ڈالیں۔بعض مرتبہ ذرا سی غفلت سے بستر وغیرہ جل چکے ہیں۔

ادب نمبر۱۸: صفائی کا پورا پورا خیال رکھیں، اپنے کمرے اور اس کے سامنے کی بھی صفائی رکھیں۔حدیث شریف میں ہے **نظفوا افنیتکم** اپنے گھروں کے سامنے کے صحن کو بھی صاف ستھرا رکھو۔''

ادب نمبر۱۹: جب واپسی ہو تو چارپائی بستر وغیرہ کو سلیقے سے رکھیں اور کمرے کی چابی ناظم خانقاہ کے سپرد کر دیں۔

ادب نمبر۲۰: خانقاہ کے قیام کے زمانے میں روزانہ کوئی وقت چہل قدمی کے لیے بھی مقرر کر لیں، صحت کا بھی خیال رہے صحت کا خیال رکھنا شرعاً ضروری ہے۔

ادب نمبر۲۱:- خانقاہ سے گھر واپسی کے وقت بعض حضرات کو حضرتِ والا نے یہ تعلیم فرمائی تقویٰ اور تواضع کا اہتمام رکھیں۔

ادب نمبر۲۲: جو حضرات یہاں تربیت کیلئے آنے سے پہلے مدرسے میں پڑھے ہوں، وہ حضرات آنے کے بعد اساتذۂ کرام یا طلبہ میں سے جس سے جی چاہے مل لیں اور اس کے بعد خالی الذہن اور یکسو ہو کر خانقاہ میں رہیں پھر ملنے جلنے کی اجازت نہیں۔

ادب نمبر۲۳: خانقاہ میں رہتے ہوئے نہ کسی سے قرض لیں، نہ کسی کو قرض دیں، نہ خیرات کریں، اور نہ کسی کی دعوت قبول کریں

ادب نمبر۲۴: خانقاہ میں اپنے سامان وغیرہ کی حفاظت کا خاص طور پر خیال رکھیں جب باہر جائیں تو کمرہ میں تالا لگا دیں،

ادب نمبر۲۵: خانقاہ کے قیام کے دوران ایسا بننے کی سعی ہو کہ جو حضرت والا سے سنا ہے وہ حال بن جائے، اور کیسا بنا اس کا پتہ خانقاہ میں نہیں بلکہ گھر جا کر ہوتا ہے۔

(جاری)

Scanned with CamScan

سعید بیٹے کو صالح باپ کی نصیحت

ماخوذ از چراغِ راہ از مولانا محمد رضوان القاسمی دار العلوم سبیل السلام حیدر آباد

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب علیہ الرحمہ مہتمم دار العلوم دیوبند نے اپنے والد حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحبؒ (وفات ۳/ جمادی الاول ۱۳۴۷ھ مدفون خطۂ صالحین حیدر آباد) کے بارے میں قرآن مجید سے متعلق ایک نہایت بصیرت افروز اور سبق آموز واقعہ بیان فرمایا ہے، ہم اس واقعہ کو انہیں کے الفاظ میں تلخیص کے ساتھ ذیل میں پیش کر رہے ہیں، کیا عجب نصیحت حاصل کرنے والے نصیحت حاصل کریں،

مولانا لکھتے ہیں: میرے والد ماجد نے وفات سے تقریباً پندرہ بیس دن قبل مجھے دار العلوم دیوبند کے دار المشورہ میں خلوت میں طلب فرمایا۔ میں حسب الحکم حاضر ہوا، مجھے دیکھتے ہی غیر معمولی طور پر آبدیدہ ہو گئے حتی کہ وفورِ گریہ کی وجہ سے چند منٹ تک بات بھی نہیں کر سکے مجھے یہ پریشانی ہوئی کہ کہیں مجھ سے تو کوئی ناگواری پیش نہیں آئی۔ میں نے اس کا ذکر کیا تو فرمایا نہیں، بلکہ مجھے یہ کہنا ہے کہ میرا وقت قریب آ گیا ہے اور بہت تھوڑا وقفہ باقی رہ گیا ہے۔ مجھے اس وقت یہ واقعہ سنانا ہے کہ جب میں قرآن کا حافظ ہو چکا تو والد ماجد حضرت محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بانی دار العلوم دیوبند بے حد مسرور تھے۔ ختم قرآن کی خوشی میں شہر کے عمائد اور اعزہ واحباب کے ایک بڑے مجمع کی لمبی چوڑی دعوت کی تقریب سے فارغ ہو کر مجھے خلوت میں اسی طرح طلب کر کے فرمایا: میاں احمد! خدا کا شکر ہے کہ تم حافظ ہو گئے۔ وقت آئے گا تم عالم بھی ہو گے تمہاری عزت بھی ہو گی، ملک میں تمہاری شہرت بھی ہو گی اور تمہیں دولت بھی میسر آئے گی، لیکن یہ سب چیزیں تمہارے لئے ہوں گی، قرآن میں نے تمہیں اپنے لئے حفظ کرایا ہے مجھے فراموش نہ کرنا، فرمایا کہ وہ وقت ہے اور آج کا دن ہے میرا یہ دوامی عمل ہے کہ میں ہمیشہ دو پارے یومیہ حضرت قبلہ والد صاحب رحمہ اللہ کو ایصال ثواب کی نیت سے پڑھتا ہوں جو الحمد للہ آج تک ناغہ نہیں ہوئے۔ مولانا لکھتے ہیں: یہ واقعہ سنا کر مجھ سے فرمایا کہ طیب! الحمد للہ تم حافظ و عالم ہو چکے ہو، وقت

آئیگا تمہاری عزت بھی ہوگی، شہرت بھی ہوگی اور حق تعالیٰ تمہیں دولت بھی بہت کچھ عطا فرمائیگا لیکن یہ سب کچھ تمہارے لئے ہوگا یہ قرآن میں نے تمہیں اپنے لئے حفظ کرایا ہے، مجھے فراموش مت کرنا، چنانچہ حضرت قبلہ والد صاحب کی وفات کے بعد آنے والے مہینے کی پہلی ہی تاریخ سے میں نے حضرت کی نصیحت بلکہ وصیت کے مطابق مغرب کے بعد اوابین میں ایک پارہ یومیہ پڑھنے اور حضرت مرحوم کوایصال ثواب کرنے کا معمول بنالیا ہے۔ جوالحمدللہ آج تک جاری ہے اور خدا کرے دم آخر تک جاری رہے۔

اس کے بعد مولانا فرماتے ہیں: اس واقعہ سے نمایاں ہوتا ہے کہ ہر دو نامور بزرگ علماء آخرت میں سے تھے، ان کا مقصد قرآن سے اولاد کا متمول یا صاحب ثروت وجاہ بنانا نہ تھا، یا قرآن کو عادةً یا رسماً پڑھنا نہ تھا، بلکہ اس قرآن کے ذریعہ خود کو اور اولاد کو آخرت کیلئے تیار کرنا تھا، جو قرآن کے نازل ہونے کا حقیقی مقصد ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ قرآنی عظمت ایسے ہی قلوب پر اُترتی بھی ہے جو لفظاً ومعنی اسی کے ہو رہیں، اسی کیلئے جئیں اور اسی کیلئے مریں گے۔

محترم قارئین! حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ نے اپنے والد محترم اور اپنے دادا جان کے جس طرز عمل اور قرآن مجید سے والہانہ محبت وشغف اور تعلق وشوق کو بیان کیا ہے اس میں ہمارے اور آپ سب کیلئے عبرت اور نصیحت کے بہت سے پہلو پوشیدہ ہیں۔

آیئے! ہم سب بھی طے کریں اور تہیہ کریں کہ ہم بھی اپنی اولاد کو اسی جذبہ سے حافظ قرآن بنائیں گے اور خلوت میں بلا کر ان سے کہیں گے کہ بیٹا یہ قرآن میں نے تمہیں اپنے لئے حفظ کرایا ہے مجھے فراموش مت کرنا اور ہم میں سے جو حافظ قرآن ہیں وہ خاص طور پر اور جو حافظ قرآن نہیں ہیں وہ عام طور پر روزانہ اپنے والدین کے نام قرآن مجید کا کچھ نہ کچھ حصہ ایصال ثواب کیلئے ضرور تلاوت کریں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ ہم تمام لوگوں کو اسی جذبہ کے ساتھ اپنی اولاد کو حفظ قرآن مجید کرانے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین (بشکریہ ریاض الجنۃ گورینی)

Scanned with CamScanner

افادات عارفیؒ

فضائل اعمال کا اہتمام

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی

فرمایا کہ قرآن وحدیث میں جن مستحب اعمال کی فضیلت وارد ہوئی ہے، ان پر عمل کرنے کا خاص اہتمام کرنا چاہئے۔

عام طور سے جب ''مستحب'' کی یہ تعریف جب سامنے آتی ہے کہ اس کے کرنے پر ثواب ملتا ہے، اور نہ کرنے سے کوئی گناہ نہیں ہوتا، تو بعض لوگ یہ سوچنے لگتے ہیں کہ جب ان کے نہ کرنے پر کوئی گناہ نہیں تو ان کے زیادہ اہتمام کی ضرورت نہیں۔ خاص طور پر اہل علم بکثرت اس خیال کی بناء پر مستحبات سے محروم رہتے ہیں، حالانکہ مستحبات کی ایسی ناقدری بہت بری بات ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ فرائض و واجبات تو انسان کے ذمے لازم ہیں، انہیں تو ہر حال میں انجام دینا ہی ہے، وہ باری تعالیٰ کی الوہیت کا حق ہیں، لیکن مستحبات باری تعالیٰ کے ساتھ محبت کا حق ہیں۔

جس ذات نے ہمیں پیدا کیا، ہم پر انواع واقسام کی نعمتوں کی بارش برسائی اور ہر آن برسا رہے ہیں، ان کے ساتھ تعلق محض ضابطے کا نہیں ہونا چاہئے کہ بس جتنے حقوق واجبہ ہیں، انسان انہیں پر اکتفا کرتا رہے بلکہ رابطے اور محبت کا بھی کچھ تقاضا ہے اور مستحبات اسی رابطے اور محبت کا تقاضا ہیں۔

دیکھئے! ایک بیٹے کے ذمے اپنے ماں باپ کے کچھ لازمی حقوق ہیں، مثلاً یہ کہ جو حکم دیں، انکی اطاعت کرے اگر وہ کسب معاش سے عاجز ہیں تو ان کی معاشی ضروریات پوری کرے، لیکن یہ سارے حقوق ضابطے کے حقوق ہیں۔

اب اگر کوئی بیٹا اپنے والدین کی معاشی ضروریات پوری کر دیتا ہے، اور اگر کبھی وہ کسی کام کو خود کہہ دیں، تو اسے بھی انجام دیدیتا ہے، لیکن ان ضابطے کے حقوق کے بعد ان

Scanned with CamScan

سے کوئی سروکار نہیں رکھتا، نہ ان سے بات چیت زیادہ کرتا ہے، نہ انہیں دوسروں کی طرح خوش کرنے کی کوشش کرتا ہے تو ایسا بیٹا خواہ قانونی اعتبار سے ماخوذ نہ ہو، لیکن کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ اسے اپنے والدین سے محبت یا تعلق ہے۔

محبت اور تعلق کا تقاضا تو یہ تھا کہ ہر وقت انہیں خوش کرنے اور خوش رکھنے کی فکر میں لگا رہے، اور خود سوچ سوچ کر ایسے کام کرے جس سے انہیں راحت پہنچے اور مسرت حاصل ہو۔

اسی طرح اگر کوئی شخص صرف فرائض و واجبات تو ادا کرے، لیکن مستحبات اور فضائل کی چنداں فکر نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کا تعلق محض ضابطے کا تعلق رہ جاتا ہے۔

محبت اور رابطے کا تقاضا یہ ہے کہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایسے کام تلاش کرے جس سے اللہ تعالیٰ خوش ہوں، اور یہ کام مستحبات ہی میں ملتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام ہر وقت اس فکر میں رہتے تھے کہ کوئی فضیلت والا مستحب عمل معلوم ہو جائے تو اس پر عمل کریں۔

بہت سے علماء و طلبہ بھی اس معاملہ میں بڑی بھول میں ہیں، وہ فضائل اعمال کی آیات و احادیث اس لئے پڑھتے ہیں کہ انہیں وعظ و تقریر میں لوگوں کے سامنے بیان کر دیں، یا ان پر کوئی مقالہ لکھ دیں، لیکن ان پر خود عمل کر کے ان کی فضیلت حاصل کرنے کا شوق اور جذبہ دل میں پیدا نہیں ہوتا۔

ایسے لوگوں سے اگر کہا جائے کہ **تحیتہ المسجد** پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ تو وہ فوراً اس کی فضیلت والی احادیث سنا دیں گے اور اس کے شرعی احکام بیان کر دیں گے لیکن اگر پوچھو کہ کیا کبھی خود بھی **تحیتہ المسجد** پڑھی؟ تو جواب نفی میں ہوگا، اور کوئی متوجہ بھی کرے تو یہ کہہ کر فارغ ہو جائیں گے کہ یہ عمل تو مستحب ہے۔ کوئی فرض و واجب نہیں۔ حالانکہ کسی عمل کے مستحب ہونے کا علم اس عمل کی ترغیب کا سبب ہونا چاہیئے نہ کہ اس سے اعراض اور کنارہ کشی اختیار کرنے کا۔

تعلق الٰہی

افادات: حضرت مولانا مفتی عبدالرحمٰن نوراللہ مرقدہٗ (ڈھاکہ)

یوں تو ہر شخص یہی سمجھتا ہے کہ ہمارا اخدا سے تعلق ہے، دوستو! یہ تو ٹھیک ہے کہ ہمارا خدا سے تعلق ہے مگر غور طلب بات یہ ہے کہ آیا آپ کو خدا سے تعلق ہے؟ یا خدا کو آپ سے تعلق ہے؟ اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ خدا کو تو ہم سے تعلق ہے ہمیں خدا سے تعلق نہیں، باوجود ے کہ اس ذات پاک پر کچھ واجب نہیں، پھر بھی اس قدر انعامات وعنایات اور نعمتوں کی بہتات فرمائی ہیں، کہ ہم ان کی نعمتوں کا اندازہ وشمار بھی نہیں کر سکتے جس کو خود خدا تعالی فرماتے ہیں:

وإن تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللهِ لا تُحْصُوهَا إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ رَحِيم

یہ اس بات کی علامت ہے کہ خدا تعالی کو ہم سے تعلق ہے برخلاف اس کے کہ ہمیں خدا سے تعلق نہیں، اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر اپنی عبادات کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہم اس کا پورا پورا حق تو کیا ادا کرتے، وہ تو محال ہے جتنا سنوار کر کر سکتے ہیں وہ بھی تو نہیں کرتے۔

کیوں صاحب! کیا اپنی نماز کی حالت درست نہیں کی جا سکتی؟ افسوس ہے کہ بہت سے لوگ تو وہ ہیں کہ نماز ہی نہیں پڑھتے، پھر اس پر دعوی ہے کہ ہمار اخدا سے تعلق ہے اور بعض وہ حضرات ہیں کہ نماز تو پڑھتے ہیں مگر خشوع اور حضور قلب کا اہتمام نہیں کرتے

عوام تو کیا بہت سے اہل علم بھی ایسا ہی سمجھ رہے ہیں کہ حضور قلب کے ساتھ نماز پڑھنا قدرت سے باہر ہے اور اس مغالطہ کی وجہ حقائق سے نا آشنائی ہے، اور حقائق سے نا آشنائی کی وجہ کسی محقق اہل اللہ کی صحبت کا نہ ہونا ہے اور درسیات میں کسی ایسی کتاب کا نہ ہونا ہے جس میں یہ حقائق مذکور ہوں۔ بس کسی سے یہ حکایت سن لی یا کتاب میں دیکھ لی کہ نماز میں تیر لگا اور خبر نہ ہوئی، پس اس کو حضور قلب سمجھ گئے، حالاں کہ یہ ایک طرح کی وہبی حالت ہے، حضور قلب کی حقیقت یہ ہے کہ نماز

Scanned with CamScanner

پڑھتے وقت یہ خیال رہے کہ میں نماز پڑھ رہا ہوں، باقی خیالات وساوس کا بند کرنا یہ حضور قلب نہیں، بلکہ یہ سمجھنا ہی غلط ہے، کیوں کہ خیالات کو روکنا اختیار سے باہر ہے اور جو چیز اختیار سے باہر ہے اس کا اپنے کو مکلّف بنانا۔

لا یکلف اللہ نفسا إلا وسعھا کے خلاف ہے۔

خشوع وخضوع کی حقیقت

پس حضور قلب کی حقیقت اتنی ہے کہ اس قدر متوجہ رہے کہ میں کیا کر رہا ہوں، اس خیال کے ساتھ اور بھی خیالات آئیں تو آنے دیجئے، آپ کا کام یہ ہے کہ کشتی کی سندھ باندھ لیجئے، موجوں کا روکنا کشتی بان کا کام نہیں بلکہ اگر وہ اس کی کوشش کرے تو کشتی کا ساحل پر پہنچنا تو درکنار سلامتی بھی دشوار ہے، اسی طرح خیالات اور وساوس کا آنا حضور قلب کے منافی نہیں، آپ کا کام اتنا ہے کہ آپ برابر اتنا خیال رکھیں کہ نماز پڑھ رہا ہوں، اب قرآت کر رہا ہوں، اب سبحان ربی العظیم کہہ رہا ہوں، اب قومہ کر رہا ہوں، غرض جو فعل کریں اسے اپنے قصد وارادہ سے کریں، اس طرح نہیں جیسے گھڑی میں ایک دفعہ چابی دے دی، اب وہ برابر چل رہی ہے۔

ہماری چابی تکبیر تحریمہ ہے کہ ادھر تکبیر تحریمہ کہی ہے اور بے فکر ہو گئے، اب تمام حساب وکتاب اور تمام معاملات نماز ہی میں طے ہو رہے ہیں، ان حرکات رکوع، سجود وغیرہ کی عادت اور مشق ہو گئی ہے اس لئے جب رکوع کا وقت آتا ہے تو خود بخود رکوع ہو جاتا ہے، جب سجدہ کا وقت آتا ہے تو خود بخود سجدہ ہو جاتا ہے، گویا ہمارے قصد کو دخل ہی نہیں ہوتا تو قصد اور توجہ کے ساتھ افعال نماز ادا کرنا خشوع کی حقیقت ہے۔

اب سوچئے! کہ آپ نماز میں کتنا حضور قلب کرتے ہیں پورا تو کیا جتنا کر سکتے ہیں اتنا بھی نہیں کرتے، بہر حال خدا پر کسی کا حق نہیں مگر اس پر بھی کیا کیا رعایتیں کی ہیں کہ آپ اہل حقوق کی بھی اتنی رعایت نہیں کر سکتے، ان کے ذمہ تو کوئی حق نہ تھا، پھر بھی وہ دے رہے ہیں اور آپ پر ان کے بے شمار حقوق ہیں؛ مگر

Scanned with CamScanner

پھر بھی ان کی عظمت کے موافق تو کیا اتنا بھی نہیں کرتے جتنا اپنے مجازی آقا کیلئے کرتے ہیں، خدا تعالیٰ کی طرف سے ہم کو جو ملتا ہے وہ اس قدر ہے کہ اندازہ نہیں ہو سکتا۔ اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ ایک شخص کی آنکھ نہیں، ڈاکٹر کہتا ہے کہ کسی کی نکال کر لگا دی جائے گی، کسی غریب فاقہ زدہ سے کہا کہ پانچ سو روپیہ لے لو اور ایک آنکھ مجھے دے دو، وہ کہتا ہے کہ آنکھ اتنی کم قیمت میں کسی طرح دے سکتا ہوں، کم از کم ایک لاکھ تو اس کی قیمت ہو، اگر ضرورت ہے تو ایک لاکھ ہی میں اس کی آنکھ لے لی جائے گی، اسی طرح تمام اعضائے بدن کی قیمت جوڑ لی جائے تو کروڑوں روپے ہر وقت ہمارے پاس من جانب اللہ موجود ہیں، یہ کتنی بڑی دولت ہے؟ اور اگر دولت باطنی کو دیکھا جائے جیسے عقل و دانش و ذہن تو اس کی قیمت کی تو انتہاء ہی نہیں۔

ایک بزرگ کی حکایت

کسی شہر سے ان کا گذر ہوا، دن کا وقت تھا، انہوں نے دیکھا کہ شہر پناہ کا پھاٹک اچانک بند ہے، لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کیوں بند ہے؟ معلوم ہوا کہ بادشاہ کا شکاری باز اڑ گیا ہے، اس لیے شہر پناہ کا پھاٹک بند ہے، تاکہ وہ باز شہر سے باہر نہ نکل جائے، انہوں نے اپنے دل میں کہا کہ بھلا باز پھاٹک سے کیوں جانے لگا، وہ تو اوپر سے اڑ کر جا سکتا ہے، بادشاہ بڑا احمق معلوم ہوتا ہے، حق تعالیٰ سے ناز میں عرض کیا کہ ایسے احمق کو تو نے سلطنت دی اور ہم ایسے عاقل جوتے چٹخاتے پھرتے ہیں۔

جواب میں ارشاد ہوا (بذریعہ الہام) کہ تمہاری عقل و تمیز اور فقر و فاقہ اس کو دے دیں اور اس کی حماقت و سلطنت تم کو دے دیں کیا تم راضی ہو؟ یہ سن کر ہوش اڑ گیا، اور معذرت کرنے لگے کہ یا اللہ! مجھ سے غلطی ہوئی، معاف فرمادیئے، میں قیامت تک بھی اس کو گوارہ نہ کروں گا تو یہ انسان کی کتنی بڑی قیمت ہے، پھر کہتا ہے کہ میں مفلس ہوں، انسان کی قیمت بہت بلند اور بالاتر ہے:

قیمت خود ہر دو عالم گفتۂ
نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

معاملات کی خرابی کا عبادت پر اثر

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی

انسان کا معاملات میں اچھا ہونا اور خوش معاملہ ہونا یہ دین کا اہم باب ہے

اگر انسان معاملات میں حلال وحرام کا اور جائز ناجائز کا امتیاز نہ رکھے تو عبادات پر بھی اس کا اثر یہ واقع ہوتا ہے کہ چاہے وہ عبادات ادا ہو جائیں ان کا اجر وثواب اوران کی قبولیت موقوف ہو جاتی ہے دعائیں قبول نہیں ہوتیں،

معاملات کی تلافی بہت مشکل ہے

دوسری جتنی عبادات ہیں، اگر ان میں کوتاہی ہو جائے تو اس کی تلافی آسان ہے مثلا نماز میں چھوٹ گئیں، تو اب اپنی زندگی میں قضا نمازیں ادا کرلو، اور اگر زندگی میں ادا نہ کر سکے تو وصیت کر جاؤ کہ اگر میں مرجاؤں اور میری نمازیں ادا نہ ہوئی ہوں تو میرے مال میں اس کا فدیہ ادا کر دیا جائے اور توبہ کرلو، ان شاء اللہ اللہ کے یہاں تلافی ہو جائے گی۔ لیکن اگر کسی دوسرے کا مال ناجائز طریقے پر کھالیا تو اس کی تلافی اسوقت تک نہیں ہوگی جب تک صاحب حق معاف نہ کرے چاہے تم ہزار توبہ کرتے رہو، ہزار نفلیں پڑھتے رہو، اس لئے معاملات کا باب بہت اہمیت رکھتا ہے۔

اسی وجہ سے حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے یہاں تصوف اور طریقت کی تعلیمات میں معاملات کو سب سے زیادہ اولیت حاصل تھی۔

فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجھے اپنے مریدین میں سے کسی کے بارے میں یہ پتہ چلے کہ اس نے اپنے معمولات، نوافل اور اوراد ووظائف پورے نہیں کئے تو اس کی وجہ سے رنج ہوتا ہے، اور اس مرید سے کہہ دیتا ہوں کہ ان کو پورا کرلو لیکن اگر کسی مرید کے بارے میں یہ معلوم ہو، کہ اس نے روپے پیسے کے معاملات میں گڑ بڑ کی ہے تو مجھے اس مرید سے نفرت ہو جاتی ہے

مولویت بیچنے کی چیز نہیں

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے کسی استاذ یا شیخ کا واقعہ نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ کسی دکان پر کوئی

Scanned with CamScanner

چیز خریدنے گئے، اور انہوں نے اس چیز کی قیمت پوچھی، دکاندار نے قیمت بتادی، جس وقت قیمت ادا کرنے لگے تو اس وقت ایک اور صاحب وہاں پہنچ گئے ،انہوں نے دکاندار سے کہا کہ یہ فلاں مولانا صاحب ہیں، لہذا ان کے ساتھ رعایت کریں، حضرت مولانا نے فرمایا کہ: میں اپنے مولوی ہونے کی قیمت نہیں لینا چاہتا، اس چیز کی جو اصل قیمت ہے وہی مجھ سے لے لو، اس لئے کہ پہلے جو قیمت تم نے بتائی تھی، اس قیمت پر تم خوشدلی سے یہ چیز دینے کے لئے تیار تھے، اب اگر دوسرے آدمی کے کہنے سے تم نے رعایت کر دی اور دل اندر سے مطمئن نہیں ہے تو اس صورت میں وہ خوشدلی سے دینا نہیں ہوگا، اور پھر میرے لئے اس چیز میں برکت نہیں ہوگی اور اس کا لینا بھی میرے لئے حلال نہیں ہوگا، لہذا جتنی قیمت تم نے لگائی ہے اتنی قیمت لے لو۔

امام ابو حنیفہ کی وصیت

بلکہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جنکے ہم سب مقلد ہیں، اپنے شاگرد حضرت امام ابو یوسفؒ کو یہ وصیت فرمائی کہ: جب تم کوئی چیز خریدو یا کرایہ پر لو تو جتنا کرایہ اور جتنی قیمت عام لوگ دیتے ہیں تم اس سے کچھ زیادہ دیدو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے کم دینے کی وجہ سے علم اور دین کی بے عزتی اور بے توقیری ہو،

جن حضرات کو اللہ تعالیٰ نے احتیاط کا یہ مقام عطا فرمایا ہے وہ اس حد تک رعایت فرماتے ہیں کہ دوسرے کی چیز کہیں اس کی خوش دلی کے بغیر ہمارے پاس نہ آجائے۔ مثلاً آپ نے کسی سے کوئی چیز مانگ لی تو مانگنے سے پہلے ذرا یہ سوچو کہ اگر تم سے کوئی دوسرا شخص یہ چیز مانگتا تو کیا تم خوش دلی سے اس کو دینے پر راضی ہو جاتے؟ اگر تم خوش دلی سے راضی نہ ہوتے تو پھر وہ چیز دوسرے سے بھی مت مانگو۔ اسلئے کہ ہوسکتا ہے کہ مروت کے دباؤ میں آکر وہ شخص تمہیں وہ چیز دیدے لیکن اس کا دل اندر سے راضی نہ ہو، اور اس کے نتیجے میں تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مصداق بن جاؤ کہ کسی مسلمان کا مال اس کی خوش دلی کے بغیر حلال نہیں۔

Scanned with CamScanner

اصلاح نفس ضروری چیز ہے

حضرت مفتی اکرام اللہ صاحب شاہجہانپوری مدظلہ

صاحب مضمون حضرت مولانا مفتی اکرام اللہ صاحب ناظم تعلیمات جامع الہدیٰ مرادآباد حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ قدس سرہ سابق صدر مدرس مدرسہ سعیدیہ جامع مسجد شاہجہانپور (خلیفہ ومجاز حضرت حکیم الامتؒ) کے صاحبزادے ہیں ماشاءاللہ اکابر واسلاف کے نقش قدم پر گامزن رہتے ہوئے یکسوئی کے ساتھ مرادآباد میں علمی دینی خدمات میں مصروف ہیں۔ (سید بدرالحسن شعیب تھانوی)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جماعت وہ برگزیدہ جماعت ہے جس نے بلا واسطہ شمع رسالت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے علم نبوت اور تربیت حاصل کی الــصــحــابــی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم علم کانکھار اسی وقت ہوتا ہے جب آدمی علم کے تقاضہ کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے اندر قوت عمل پیدا کرے اور نفس و شیطان کے کید اور اخلاق رذیلہ سے چھٹکارہ حاصل کر کے قوت ملکیہ اور فطرت نورانیہ سے روح کو تازگی بخشے۔ اس میں کمال اس وقت پیدا ہوتا ہے جب کسی پیر حق پرست کی عقیدت میں داخل ہو کر اپنی اصلاح کرائی جائے۔ آدمی میں جس طرح بدنی بیماریاں ہوتی ہیں اور اس کے دُور کرنے کی فکر ہوتی ہے اسی طرح گناہوں کی گندگی سے روح بیمار اور گندی ہو جاتی ہے بڑے تعجب کی بات ہے کہ بدن کی صحت کی طرف تو توجہ کی جائے اور وہ روح جو امر الٰہی سے وجود میں آئی وہ بیمار ہو جائے اور اس کی صحت کی فکر نہ کی جائے۔ آخر کوئی تو بات ہے وقت کے غزالی اور رازی حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ قطب دوراں حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ حکیم الامت حضرت تھانویؒ جیسی برگزیدہ ہستیاں سرخیل علماء حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کی عقیدت میں داخل ہو کر اپنی اصلاح کی فکر میں منہمک رہیں، کہ جو اصطلاحی عالم بھی نہیں تھے لیکن علماء گر تھے جب آدمی اپنے آپ کو مجاہدہ کی کسوٹی پر رگڑ کر کندن بنا لیتا ہے تو پھر اس کو کوئی پرواہ نہیں

Scanned with CamScanner

ہوتی چاہے اسے کوئی برا کہے یا اچھا اُسکی زبان پر اللہ تعالیٰ وہی جاری کرتا ہے جو اللہ کی مرضی کے مطابق ہوتا ہے مولانا روم جب اپنے پیرو مرشد سے وابسطہ ہوئے تو پھر وہ زبان ترجمان بن گئے اور مثنوی مولانا روم جیسی کتاب وجود میں آئی، گناہوں کی کثرت اور اللہ جل شانہ کی یاد سے غفلت کیوجہ سے دلوں پر زنگ لگ جاتا ہے قرآن کی تلاوت اور موت کی یاد اس کے لئے صیقل کا کام کرتی ہے جن کی مثال آئینہ کی سی ہے جس قدر وہ دھندلا ہوگا معرفت کا انعکاس اسمیں کم ہوگا اسی آئینہ کے صاف کرنے کیلئے مشائخ سلوک ریاضت اور مجاہدات ذکرو اشغال تلقین فرماتے ہیں،

تصوف کی حقیقت

اسکی اصل بنیاد بخاری شریف کی حدیث جبرئیل ہے ما لاحسان یارسول الله قال ان تعبد الله کانک تراه فان لم تکن تراه فانه یراک حضرت جبرئیل علیہ السلام بشر کی صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت اس وقت حاضر خدمت تھی حضرت جبرئیل نے چند سوالات کئے، تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے حضرات صحابہ کی تعلیم ہو جائے اولاً اسلام ثانیاً ایمان پھر تیسری بار احسان کی حقیقت کا سوال کیا آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ احسان نام ہے ایسی طرح عبادت کرنا کہ جس میں یہ دھیان جما ہو کہ گویا تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو اگر یہ خیال ہو کہ تم اس کو نہیں دیکھ رہے ہو لیکن وہ اللہ تعالیٰ تو یقینی طور پر تم کو دیکھ رہا ہے۔

احسان کے لغوی معنی کسی چیز کے اندر حسن و اچھائی پیدا کرنا اور اسکا مادہ بھی حسن ہے شارع علیہ السلام کی اصطلاح میں احسان ایک خاص تصور اور مراقبہ کا نام ہے یعنی بندہ ہر عبادت میں یہ خیال دل میں جمائے ہوئے غلامی بجالائے کہ میرا معبود حقیقی میرا مالک میرا خالق تمام جہان کا پروردگار مجھے دیکھ رہا ہے۔

اگر چہ ہم اندھے ہیں ان آنکھوں سے دنیا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے لیکن یہ یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو دیکھ رہا ہے لہٰذا ہم بھی اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہیں جیسے کوئی اندھا کسی بینا سے ملاقات کر کے واپس آئے اور

گھر والوں سے آ کر کہے کہ ہم دیکھ آئے یہاں اسکا دیکھنا بھی حقیقی دیکھنا نہیں ہاں یوں کہا جائیگا کہ گویا اسنے بھی دیکھ لیا اللہ تعالیٰ آخرت میں ان ہی آنکھوں میں صلاحیت پیدا فرما دیگا اور وہ اصلی آنکھوں سے اللہ کا دیدار کرے گا۔

تصوف نام ہے اصلا اللہ تعالیٰ سے ربط قلبی کا جتنا ربط اللہ تعالی سے بڑھے گا وہ اتنا بڑا صوفی ہوگا، اور اس کا حصول مجاہدات سے ہوتا ہے چونکہ پہلے قویٰ بہت زیادہ طاقتور تھے اس لئے مجاہدات بھی بہت زیادہ کرائے جاتے تھے لیکن اب انسان فطرتاً کمزور ہوگیا ہے اس لئے مشائخ کے مجاہدات کے نسخے بھی اسی انداز کے ہو گئے، اسلام یعنی کلمہ شہادت نماز روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ میں احسان اور خوبصورتی یہ ہے کہ اس دھیان سے ادا کرنا کہ گویا ہم اللہ کو دیکھ رہے ہیں اور ایمان کا محل قلب ہے اس میں احسان اور خوبصورتی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت ہمکو دیکھ رہا ہے کوئی لمحہ بھی اس سے علیحدہ نہیں یہ کامل الایمان ہونیکی علامت ہے اور جملہ اسلام و ایمان کی روح احسان و اخلاص ہے بغیر اس خاص کیفیت کے عبادت تو ہے مگر اس میں حسن نہیں جسم تو ہے مگر روح نہیں۔

الشاہ مولانا عبدالغنی صاحب پھولپوریؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حکیم الامتؒ نے ارشاد فرمایا کہ اخلاص سے بھی اونچا ایک مقام ہے جس کو فنائیت کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس کی تشریح میرے دل میں یہ ڈالی ہے اخلاص میں بندہ کو اپنے وجود کا اعمال میں حساً استحضار رہتا ہے اگرچہ کا نک تراہ کا پورا مصداق ہوتا ہے مگر انانیت کی کچھ جھلک باقی رہتی ہے کہ میں نے اللہ کے فضل سے یہ کام کیا یہ مذموم نہیں بلکہ محمود ہے مگر اس سے بھی اونچا ایک مقام صوفیہ کی اصطلاح میں فناء الفناء ہے کہ آدمی اپنے کو بالکل فناء کر دے جو حسنات اپنے ان مستعار اعضاء سے صادر ہوں ان کو اپنی طرف بالکل منسوب نہ کرے یہ عبدیت کاملہ کا درجہ انبیاء و رسل کو حاصل ہوتا ہے ان حضرات کو ہمہ وقت یہ استحضار بدرجہ اتم میسر رہتا ہے اور اولیائے امت پر کسی قدر اس دھیان سے کچھ لمحات غفلت میں گذر جاتے ہیں جس کا تدارک استغفار سے کرتے ہیں۔

حدیث جبرئیل میں کا نک تراہ جو مذکور ہے

کان گویا کہ تم دیکھ رہے ہو اللہ کو، ایک تصور ہی تو ہے ورنہ گویا کیوں کہتے اگر یہ تصور نہ ہوتا تو کانّ کا کان بھی نہ ہوتا یہ گویا فرمانا ایک قسم کا مراقبہ ہے جو رقبہ سے ہے جسکے معنی گردن کے ہیں باب مفاعلت میں مراقبہ ہو گیا جب کسی بات کی فکر میں اور کسی خیال میں آدمی مستغرق ہوتا ہے تو فطری طور پر گردن خود بخود جھک جاتی ہے اسی مناسبت سے صوفیا نے اسکا نام مراقبہ رکھ دیا اسی مناسبت سے ایک حدیث پاک بھی سامنے آگئی **راقب اللہ تجدہ تجاھک** یہ راقب امر کا صیغہ ہے، جس کا مصدر مراقبہ ہے یعنی اپنے رب کے سامنے گردن ڈال دو تم اپنے سامنے اللہ تعالیٰ کو موجود پاؤ گے کثرت ذکر تو منصوص ہے ہی اور صحبت اہل اللہ وہ **یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ و کونوا مع الصادقین** کہ دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور سچوں کی معیت اختیار کرنا یہ حالات کے بدلنے میں بے انتہا موثر ہے۔

طریق کو مقصود سمجھنا: ایک عام غلط فہمی ہے جسمیں جہلا ہی نہیں بلکہ خاصے علم والے صوفیا کا ایک گروہ بھی مبتلا ہے طریق کو مقصود سمجھتا ہے حالانکہ طریقت کے مجاہدات ایک قسم کی تدابیر کا نام ہے جو شریعت کی اتباع اور اس استقامت کو سہل بنانے کیلئے اختیار کئے جاتے ہیں ان تدابیر کو مقصود سمجھنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص ہاضم چورن کو غذا سمجھ لے مگر افسوس تو اس بات پر ہے کہ اتباع شریعت کا تو اہتمام نہیں ہوتا اور اعمال تصوف کو فرض و واجب جانتے ہیں نماز روزہ تو صرف ضابطہ کی خانہ پری کے طور پر ادا کر لی لیکن اوراد و اشغال جو فی نفسہ مامور نہیں اتنے اہتمام سے ادا کئے جاتے ہیں کہ ناواقف لوگ انہیں قرآن وحدیث کا حکم سمجھنے لگتے ہیں تو یہ تعجب نہیں تو کیا ہے؟ ہاں جو مجاہدات سنت کے مطابق اور شریعت کے تعلیم کردہ ہیں وہ تو مقصود ہیں بایں معنی کہ ان سے رضائے خداوندی اور حق تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے لیکن جو مجاہدات ایسے نہیں بلکہ بطور علاج کے کسی شخص کے لئے تجویز کئے گئے وہ صرف ذریعہ ہیں اصل نہیں ان کو اصل مقصود سمجھنا غلط ہے اسلئے ہمہ وقت **ما انا علیہ واصحابی** کو مدنظر رکھے اور اس سے قرب خداوندی کا متلاشی ہو۔

Scanned with CamScanner

تصوف وسلوک کی حقیقت

از:افادات شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ

منقول:از دستور السالکین

مرتبہ: شیخ طریقت حضرت مولانا شاہ محمد قمر الزمان صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم:

اما بعد! میرے محترم بھائیو اور بزرگو! مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ میں بیعت وسلوک وطریقت کے متعلق عرض کروں، لوگوں کا یہ خیال ہے کہ یہ چیز شریعت کے خلاف ہے اور اس چیز کی تعلیم آقائے نامدار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں دی اور چونکہ جو لوگ طریقت و تصوف کے ذمہ دار ہیں، ان کے حرکات وسکنات، ان کے افعال شریعت کے خلاف پائے جاتے ہیں، اس واسطے شبہ ہوتا ہے کہ یہ چیز اللہ کے رسول کے طریق اور تعلیم کے خلاف ہے جب کہ واقعہ یہ نہیں ہے، بلکہ بیعت نام ہے عہد لینے کا شریعت کی کسی بات کے لئے لوگوں سے عہد لیا جائے کہ وہ اس خاص کام کو انجام دیں گے اس کو بیعت کہتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس امر کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بہت سے مواقع میں انجام دیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کی لڑائی کے وقت لوگوں سے عہد لیا تھا کہ اگر دشمنوں سے مقابلہ کی نوبت آئے تو وہ بھاگیں گے نہیں بلکہ جب تک زندہ رہیں گے تب تک دشمنوں کا مقابلہ کرینگے، اور اسکے اندر موت آجائے تو موت کو اختیار کریں گے، اس کو قرآن شریف کی سورہ فتح میں اس طرح فرمایا گیا لَقَدْ رَضِيَ اللهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَانزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا (اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے راضی ہو گیا جبکہ وہ آپ علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کر رہے تھے) کس بات کی بیعت کر رہے تھے؟ حضرت سلمہ ابن اکوع رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ تم نے حدیبیہ میں درخت کے

Scanned with CamScanner

نیچے کا ہے کی بیعت کی تھی؟ تو وہ کہتے ہیں علی الموت ہم نے بیعت کی تھی موت کے اوپر، بیعت ہونے کا معنی یہ ہیں کہ ہم مرجائیں گے مگر بھاگیں گے نہیں، اللہ تعالیٰ اس میں بشارت دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہوا اور ان کے دلوں کی باتوں پر مطلع ہوکر اس نے سکینت اور اطمینان کو انکے دلوں میں ڈالا اور اس کے بدلے میں فتح مندی عطا فرمائی، یہ سورہ فتح میں لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ تک بیعت کا ذکر کیا، اسی طرح اللہ تعالیٰ سورہ فتح میں ہی فرماتا ہے إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَى نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَى بِمَا عَهَدَ عَلَيْهُ اللَّهُ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا اے محمد! جو لوگ تمہارے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں، تمہارے سے عہد کرنا وہ اللہ سے عہد کرنا ہے، جس شخص نے اپنے عہد کو پورا کیا اللہ تعالیٰ اس کو اجر دیگا اور ثواب دے گا اور جو عہد کر کے توڑتا ہے وہ

اپنے آپ کو نقصان پہنچاتا ہے، جو بیعت، اللہ کے رسول کے دست مبارک پر کی گئی وہ بیعت تھی جہاد کی، قرآن شریف میں سورہ ممتحنہ میں عورتوں کو بیعت کرنے کا حکم دیا گیا يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَائَكَ الْمُؤْمِنَتُ يُبَايِعُنَكَ عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِيْنَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰه (اے پیغمبر! جبکہ عورتیں تمہارے پاس آئیں اور وہ بیعت کریں اس بات پر کہ شرک نہ کریں گی، چوری نہ کریں گی، زنا نہ کریں گی، اپنے بچوں کو قتل نہ کریں گی، (زمانہ جاہلیت میں عادت تھی کہ فقر کے ڈر سے اپنے بچوں کو ماں باپ قتل کر دیتے تھے) اور اسی طرح کسی پر بہتان نہ باندھیں گی، حضرت محمد مصطفیٰ کے حکم کو پوری طرح انجام دیں گی، نافرمانی نہیں کریں گی، تو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکا حکم ہے کہ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰه تو آپ

Scanned with CamScanner

بیعت کیجئے اوران کے لئے استغفار کیجئے۔
تو یہ بیعت اللہ تعالیٰ کے حکم سے جاری ہوئی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے جب مکہ معظّمہ میں انصار کے بارہ سرداروں سے ملے اوران کو دین کی تعلیم دی تو حضرت عبادہ بن صامتؓ جوانہیں سرداروں میں سے تھے وہ فرماتے ہیں کہ حضوصلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کوحکم دیا کہ بایعونی علی ان لا تشرکوا شیئاً ولا تسرقوا ولا تزنو امختلف چیزیں اسلام کی تعلیم فرمائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنے کی، رسول اللہ کی حفاظت کرنے کی مختلف چیزیں عہد میں لیں اورفرمایا کہ اگرتم میں کوئی شخص ان باتوں پر وفاداری کے ساتھ قائم رہا تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں جگہ دے گا، اس کی مغفرت کرے گا اوراگرکوئی شخص اس کے خلاف کرے گا اور دنیا میں اس کو سزا ملی تو آخرت کی سزا اس پر سے اٹھ جائے گی اوراگراس نے نافرمانی کی اودنیا میں سزانہیں دی گئی تو اللہ تعالیٰ چاہے تو سزادے، چاہے معاف کردے، تواس قسم کے بہت سے واقعات ہیں، کہ آپؐ نے بعضے خاص باتوں پر اورکبھی کبھی عام باتوں پریعنی پوری شریعت پر بیعت لی ہے، بیعت کی تعلیم قرآن شریف میں اوراحادیث شریفہ میں بہت تفصیل کے ساتھ ذکرکی گئی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعضے اصحاب سے صرف اس بات پر بیعت لی کہ کسی سے کوئی چیز مانگیں گے نہیں، اورسوال نہیں کریں گے، تو اس دن سے ان صحابی کی یہ عادت ہوگئی کہ اگرگھوڑے پرسواری کی حالت میں ان کا کوڑا اگرگیا تو یہ کوڑا دوسرے سے نہیں اٹھواتے بلکہ خودگھوڑے سے اترکرکوڑا اٹھالیا کرتے تھے حضرت جریربن عبداللہ بجلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات پر بیعت لی کہ ہر مسلمان کی خیرخواہی کریں گے تو ہمیشہ ہر چیز میں جس مسلمان کوضرورت سمجھتے تھے خیر کی نصیحت کرتے تھے تو بیعت کوئی نئی چیزنہیں ہے قرآن میں احادیث میں بہت سے واقعات ذکرکئے گئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ بیعت اسی وقت سے جاری ہے (باقی آئندہ)

Scanned with CamScanner

ازدواجی زندگی اور شریک حیات کا معیار

از محاسن اسلام

والدین اپنی پیاری لڑکی کیلئے خوش اخلاق ایماندار... وفاشعار.. ذمہ دار... برسر روزگار بلند کردار... مہذب تعلیم یافتہ شائستہ اور نہایت ہی نیک شوہر مہیا کریں... شادی کی کامیابی اور گھر میں خوش حالی اور اولاد کی ترقی و دینداری کیلئے میاں بیوی دونوں کا اچھا سچا... ایماندار... اور بلند کردار ہونا .... اتنا ہی ضروری ہے جتنا مچھلی کی زندگی کیلئے پانی لازمی ہے..... ورنہ آپس میں بندھن جوڑنے اور مضبوط ہونے کے بجائے ٹوٹنے کا اندیشہ ہے آخر شادی خانہ بربادی میں تبدیل ہو جائیگی اور گھر جنت نہیں جہنم بن جائیگا جسکا مشاہدہ آج ہم اچھی طرح کر رہے ہیں اور لوگوں سے سن بھی رہے ہیں،

اچھے شوہر کا معیار

آج کل اچھے شوہر کا مطلب جو ہم اپنی ذہنیت کی خرابی اور عقل کی کمی کی وجہ سے سمجھ رہے ہیں کہ لڑکا خوبصورت ہو.... دولت و طاقت کا مالک ہو.... گاڑی یا بنگلے والا ہو.. انجینئر ڈاکٹر ہو... فلمی ہیرو کی طرح لوفر ہو... اور ہیرا پھیری کی کمائی سے امیر ہو.. رشوت لے لے کر حرام کمائی سے گھر بنگلہ بنانیوالا سرمایہ دار ہو، غریبوں کا خون چوسنے اور جبر وظلم کرنے والا قوم کا لیڈر رہو.... صلوۃ وتلاوت اور خدا و رسول کی اطاعت سے دور شیطان کا برادر رہو... یہود ونصاری کا پیروکار ہو... کھڑے ہوکر پیشاب کرنے والا کھڑے ہوکر کھانا کھانے والا... وغیرہ وغیرہ..

اچھی بیوی کا مطلب

اسی طرح اچھی بیوی کا مطلب اپنے ذہنی دیوالیہ پن اور حماقت کی وجہ سے ہم یہ سمجھ رہے ہیں کہ چمڑی سفید ہو... خوبصورت ہو... امیر گھرانے کی ہو نخرے والی ہر وقت میک اپ اور ٹیپ ٹاپ کرنے والی اور ہر ایک سے میں میں کرنے والی ہو... بے پردگی کے ساتھ بازاروں میں سڑکوں پر اور پارکوں میں گھومنے والی ہو مارکیٹنگ کرنے والی اور دکانداروں سے بے حجاب خرید وفروخت کرنے والی ہو...

پڑھانے والی اور دفتروں میں نوکری کرنے والی ہو... نہ صلوٰۃ و تلاوت سے کوئی مطلب ہو اور نہ ہی خدا کی عبادت اور خوف آخرت سے کوئی واسطہ ہو... جب کہ اچھی بیوی کا مطلب یہ ہرگز نہیں... نہ شرعا نہ اخلاقا آج کل لڑکے کے والدین کی نظر لڑکی کے اخلاق وسیرت پر نہیں.. نفس کی پاکیزگی اور دینداری پر نہیں... پردہ نشینی اور خاندان پر نہیں ... عزت وشرافت پر نہیں... عبادت و آخرت پر نہیں بلکہ عارضی دولت وشہرت پر... سونے چاندی پر نوٹوں پر ملازمت اور موٹی تنخواہ پر ظاہری ٹیپ ٹاپ اور چمک دمک پر... دنیاوی تعلیم ڈپلوما ڈگری پر نظر ہوتی ہے۔

جبکہ ہر ماں باپ کا یہ ایک اہم فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے بیٹے کیلئے خوش اخلاق... نیک کردار اعلیٰ ظرف... سلیقہ مند باصلاحیت ... باحیاء خیر خواہ... قول وفعل کی سچی... امور خانہ داری میں ماہر... دیندار اور شریف خاندانی بیوی لائیں تاکہ گھر چلے... گھر قبر یا حشر نہ بن جائے... اچھی اولاد ہو، خوشحالی پیدا ہو... سکون واطمینان سے زندگی بسر ہو...

لوگوں کی بدنصیبی اور کم ظرفی کا عالم یہ ہے کہ وہ مستقبل کو نہیں حال کو دیکھ رہے ہیں گھر کو نہیں پیسے کو دیکھ رہے ہیں آخرت وعزت کو نہیں دولت وشہرت کو دیکھ رہے ہیں، صلوۃ و تلاوت کو نہیں صورت اور پنچایت کو دیکھ رہے ہیں اور لطف کی بات یہ ہے کہ آج کے والدین اس طرح کے لڑکے کو اپنی پیاری بچی کے محفوظ مستقبل اور باہمی خوشحالی کا ضامن سمجھ رہے ہیں جب کہ ایک جاہل سے جاہل کی عقل بھی یہ کہتی ہے کہ شرافت و سیرت سے محروم... رشوت لینے والا... لوگوں پر ظلم و جبر کرنے والا.... دوسروں کا حق مارنے والا... خدا کا فرض اور بندے کا قرض ادا نہ کرنے والا کبھی اس قابل ہو ہی نہیں سکتا اور ایک نہ ایک دن قدرت کی مار اس پر کسی نہ کسی شکل میں ضرور پڑکر رہتی ہے موج اڑانے کے دن تھوڑے اور سزا بھگتنے کے دن زیادہ ہوتے ہیں.... یہ بات یاد رہے کہ نیکی وسچائی اور ایمانداری سے گزر بسر کرنے والے کے ساتھ رحمٰن ہوتا ہے اور اللہ کی رحمتیں وعنایتیں اور برکتیں اس کے ساتھ ہمیشہ رہتی ہیں اور بے ایمانی... باطل

Scanned with CamScanner

پرستی اور چوری درشوت خوری کرنے والے کے ساتھ شیطان لگا ہوا ہوتا ہے ان کی اولاد نیک صالح اور اچھی نہیں ہوتی، گھر میں خدا کی رحمتیں و برکتیں نہیں ہوتیں شیطان حرام خوروں بدکاروں، اندھی کمائی کرنے والوں اور اوپر کی آمدنی کھانے والوں اور دینے والوں کو نیکی و بھلائی اور جنتی اعمال سے ہمیشہ دور رکھتا ہے اگر یہ لوگ کچھ نیکی بظاہر کر بھی لیں، تو شیطان ریا کاری کا رنگ چڑھا کر باطل کر دیتا ہے اور خدا تک پہنچنے کی نوبت نہیں آنے دیتا...

دعوت فکر

محترم قارئین! پہلے زمانے میں شادیاں بے حد کامیاب ہوتی تھیں اور طلاق کا اطلاق خودکشی اور اغواء کی واردات شاذ و نادر تھیں آج کے دور کے مانند عام نہیں تھیں... اس کی واحد وجہ یہی تھی کہ لڑکے اور لڑکی کے والدین حقیقی طور پر سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پابند تھے اور شریعت کے حکموں پر عمل کرتے تھے نہ کہ پنچایت پر... اور نہ جہالت و بدعت پر... ایمان کی دولت کو سب سے بڑی دولت سمجھتے تھے، صورت کو نہیں سیرت کو دیکھتے تھے، ڈگری کو نہیں اخلاق کو دیکھتے تھے، شہرت کو نہیں شرافت کو دیکھتے تھے جہیز کو نہیں خاندان کو دیکھتے تھے... زیور کو نہیں عادت اور کردار کو دیکھتے تھے... جوڑے کی رقم کو نہیں لڑکی کی تعلیم و تربیت کو دیکھتے تھے کیونکہ ان کے نزدیک لڑکی کے اندران اوصاف کا پایا جانا ہی سب سے بڑی دولت تھی... وہ چاہتے یہی تھے کہ آنے والی لڑکی اچھی بیوی اچھی بہو اچھی ماں اور اچھی سر پرست ثابت ہو، اپنے اور آنے والے گھر کا نام روشن کرے...

اس وقت امریکہ کی پچھتر فی صد خواتین جو پہلے آزادی و مساوات اور برابری کی تحریک چلاتی تھیں اب برسہا برس کے تجربے اور مشاہدے کے بعد یہ کہتی ہیں کہ عورت کو قدرت نے درحقیقت گھر کی دیکھ بھال .... بچوں کی پرورش اور شوہر کی خدمت ہی کیلئے پیدا کیا ہے... عورت وہی اچھی جو شوہر کا احترام کرے ...اور اس کی تمام چیزوں کی امین رہے اور گھر کی مالکہ بن کر زندگی گزارے... اللہ پاک ہمیں خوشگوار زندگی نصیب فرمائیں۔(آمین)

Scanned with CamScanner

کسی کے بُرا کہنے پر کبھی رنج نہ کیجئے

مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ کا حکیم الامت رحمہ اللہ سے بہت گہرا تعلق تھا، اپنی چھوٹی سے چھوٹی بات بھی آپ ان کے سامنے عرض کر دیتے تھے، ایک مرتبہ لکھنؤ کے ایک بزرگ (جو خود بھی حکیم الامتؒ کے مرید تھے) سے آپ کو واسطہ پڑا۔ پہلے کبھی شناسائی نہ تھی، اس کے بعد دو سال تک ملاقات ہوتی رہی لیکن اس دوران میں ان بزرگ کا یہ معمول تھا کہ ہر دوسرے تیسرے مہینے مولانا عبدالماجدؒ کے نام ایک دل آزار مکتوب روانہ کرتے رہتے تھے ان کو ان سے بہت دل آزاری ہوتی آخر انہوں نے حضرت تھانویؒ کی خدمت میں ایک خط ارسال کیا جس میں ان بزرگ کی اس دل آزار روش کے بارے میں خبر دی۔

جواب جو آیا وہ کیا پُر حکمت تھا، آپ بھی پڑھئے: بے شک یہ رنج کی باتیں ہیں مگر رنج کے مصالح سے اس رنج کا علاج کرنا چاہیے جسکے تین طریقے ہیں۔ ایک تو آپ یہ سوچئے کہ مجھے اس سے زیادہ سخت مواقع پیش آتے ہیں دو حیثیت سے ایک تو الفاظ اس سے زیادہ سخت ہوتے ہیں، ابھی ابھی ایک عنایت نامہ آیا تھا اسمیں مجھے گدھا تک لکھا ہے ایسے شخص کی طرف سے جو اول مدعی اعتقاد کے تھے، مگر میں ان مراقبات کو اپنا امام بناتا ہوں۔

(۱) کہنے والے نے اپنی زبان قلم یا قلب کو ملوث کیا میرا کیا بگڑا۔ رہا رنج وہ کوئی بگاڑ نہیں محض خیال کے تابع ہے۔

(۲) ممکن ہے کہ اُس شخص کی نیت اچھی ہو، مثلاً امر بالمعروف و نہی عن المنکر اس لیے وہ معذور ہو، گو ہم بھی اس لیے معذور ہیں کہ ہم اپنے کو حق پر سمجھتے ہوں یا اپنی غلطی بھی نظر میں ہو مگر اصلاح کا طریق ہماری رائے میں اس سے سہل اور اسلم ہو،

(۳) اگر اس نے ہم کو ناحق بھی رنج دیا تو اپنی عاقبت خراب کی، ہم کو صبر کا ثواب ملا سوا گر کوئی ہمیں غم پہنچاتا ہے، ہماری دل آزاری کرتا ہے تو رنج نہ کیجئے بلکہ رنج کے مصالح سے رنج کا علاج کیجئے کیونکہ یہ ہے اپنا فعل جسے اختیار بھی کیا جا سکتا ہے جب کہ دوسروں کے فعل میں اپنا کچھ اختیار نہیں (حکیم الامت نقوش وتاثرات ص ۱۶۹)

Scanned with CamScan

حکیم الامت مجدد الملت

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

کے متعلق تأثرات

از قلم: حضرت مولانا سید ظہور الحسن کسولوی رحمہ اللہ

(مجاز صحبت)

(حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ)

سابق مہتمم مدرسہ امداد العلوم وخانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ کی ممتاز خصوصیات آپ کے مخصوص اور ممتاز کمالات مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) سب سے ممتاز طرہ امتیاز آپ کا استغناء ہے جو محتاج تعارف نہیں۔

(۲) اپنی تحقیقات شرعی وعقلی پر ایسا اعتماد تھا کہ مخالفین کی بڑی بڑی جماعت تاوقتیکہ شرعی حجت پیش نہ کریں، قاتلانہ دھمکیوں سے بھی آپ کو مرعوب نہ کرسکیں۔

(۳) آپ کا نادر الوجود، ممتاز روزگار عمل یہ تھا کہ آپ کی تصانیف میں اگر ادنی عالم بھی کوئی کمی ثابت کرتا یا خود ذاتی طور پر کمی محسوس فرماتے تو اس کو نہ محض قبول کرتے، بلکہ رجوع فرمالیتے اور ایک مستقل سلسلہ بصورت ترجیح الراجح آخری عمر تک جاری رہا۔ جس میں اس رجوع کا اعلان اور صحیح تحقیق شائع فرماتے رہتے۔

(۴) اپنے بلند علمی وعملی کمالات کو ہمیشہ بزرگوں اور اساتذہ کی طرف منسوب فرماتے، کبھی اپنے علم وعمل کا ادعا یا درویشی کا دم نہیں بھرا بلکہ اپنے کو طالب علم ظاہر فرمایا کرتے تھے۔

(۵) کبھی مخالف معاند سے مخالفانہ معاندانہ

خطاب نہیں فرماتے، بلکہ نہایت متانت سے تحقیق حق شائع فرما کر خاموشی اختیار فرماتے اور فیصلہ ناظرین پر چھوڑ دیتے۔

(۶) وقتی پیش آنے والے مسائل اور حوادث کو ''حوادث الفتاوی'' کے نام سے مجتہدانہ تحقیق صداقت سے نصوص اور اسلاف کی مطابقت کے ماتحت حل فرماتے جو علماء کے لئے لامحالہ قابل قبول اور سبق آموز ہوتے۔

(۷) طالبین کی تربیت میں آپ محض رسمی تعلق کو کافی نہیں سمجھتے تھے۔ ہدایات پر عمل کا مطالبہ اطلاع اور اتباع کا التزام اور خلاف ورزی پر مواخذہ فرماتے۔

اس لئے آپ سے تعلق کے بعد سالکین یوماً فیوماً اصلاح پزیر ہوتے چلے جاتے تھے۔

(۸) حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کی ممتاز خصوصیات میں یہ بھی شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تفسیر و تصوف میں نہایت اعلیٰ ملکہ عطا فرمایا تھا۔

آپ کی تفسیر زیادہ ضخیم نہیں لیکن قرآنی علوم پر حاوی اور اس پر ہونے والے اغیار کے اشکالات و اعتراضات کو معمولی ترجمہ کی خوبی سے ایسا حل فرما دیتے ہیں کہ بڑی بڑی عربی تفسیر میں بھی تلاش کرنے سے نہیں ملتی۔

اس لئے عموماً علماء باوجود اردو زبان ہونے کے تفہیم قرآن اور حل اشکالات کیلئے اس کے مطالعہ سے اپنے کو بے نیاز نہیں سمجھتے، آپکا تصوف فی زمانہ تجدیدی حیثیت رکھتا تھا۔

(۹) حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ کا مشہور مقولہ تھا کہ طب اور تصوف میں اجتہاد ختم نہیں ہوا، دونوں فنون میں ضرورت کے مطابق مریضوں کی قوت وغیرہ کے لحاظ سے تدابیر اور علاج میں طبیعتوں کا لحاظ کر کے تغیر ضروری ہے۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے تصوف کے مسخ شدہ خدو خال کو قرآن وحدیث کی روشنی میں گویا نئی زندگی بخشی، جس کا مخالفین تک کو معترف ہونا پڑا۔

(ناشر:)

مرکز معارف حکیم الامت (بیتِ اشرف)

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون

Scanned with CamScanner

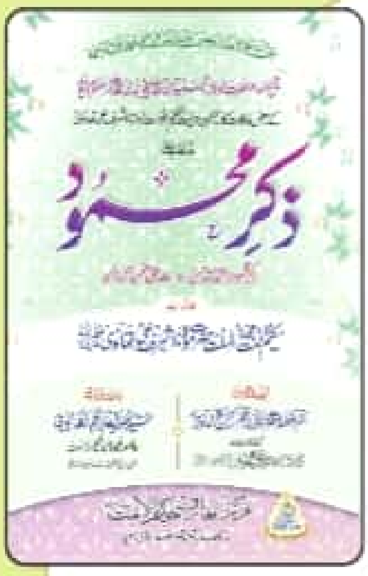

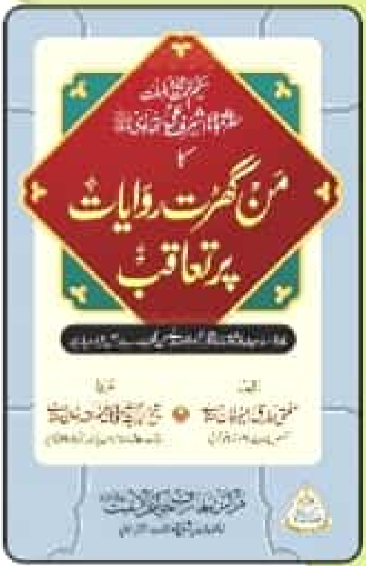

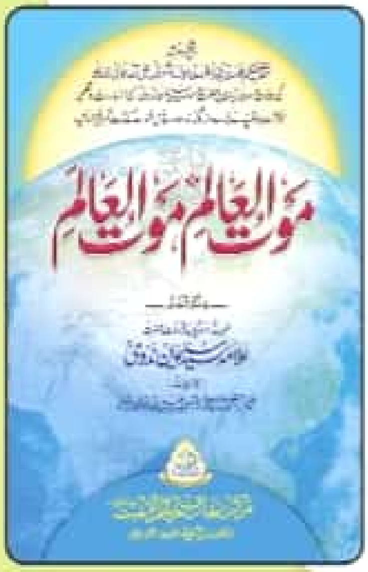

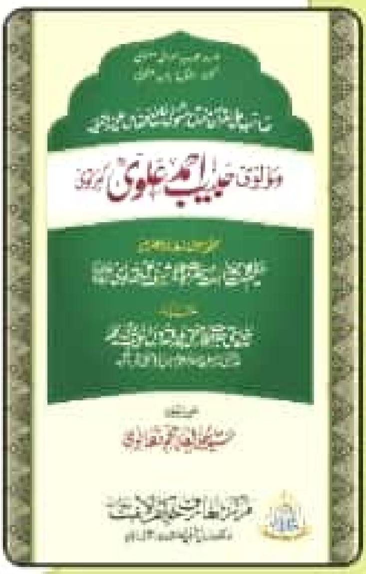

MADRASA IMDADUL ULOOM

Thana Bhawan- 247777, Distt. Shamli, U.P.

A/c No.: 31227677600 IFSC: SBIN0010155

Bank : State Bank of India,Thana Bhawan

Mobile: 9358612332 | 9568780000

Scanned with CamScanner